سُبحَانَ الَّذِیْ اَسْریٰ بِعَبْدِہٖ لَیلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی

# رسالۃ المعراج

مصنفہ

حضرت علامہ بحرالعلوم اشرف العلماء سید اشرف شمسی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

علامہ شمسی ریسرچ اکیڈمی ۔ حیدرآباد

سلسلۂ مطبوعات ...... (۲)

# علّامہ شمسیؒ ریسرچ اکیڈمی

© جملہ حقوق محفوظ بحق علامہ شمسیؒ ریسرچ اکیڈمی حیدرآباد

نام کتاب : **رسالۃ المعراج**

مصنف : حضرت علامہ بحرالعلوم اشرف العلماء سید اشرف شمسیؒ

سنہ اشاعت : سپٹمبر ۲۰۰۲ء رجب المرجب ۱۴۲۳ھ

تعداد اشاعت : دو ۲ ہزار

ناشر : علامہ شمسیؒ ریسرچ اکیڈمی حیدرآباد

کمپیوٹر کمپوزنگ : ممتاز کمپیوٹر گرافکس' بالائی منزل خسرو پریس' چھتہ بازار'
حیدرآباد۔۲ فون: 4577739, 4567783

طباعت : گرافک ڈیزائنر، منگل ہاٹ، حیدرآباد ☎ 4607075

قیمت : بیس روپے -/Rs. 20

---

ملنے کا پتہ

علامہ شمسیؒ ریسرچ اکیڈمی

302 ، جانکی راما نواس اپارٹمنٹ ، ودیا نگر ، حیدرآباد

☎ : 7664267, 6588316

Cell : 98491-70775

برائے ایصال ثواب سیدہ اسماء بانو یداللّٰہی مرحومہ
جگر گوشہ سید یداللّٰہ شجیع یداللّٰہی

# تمہید

تمام تعریف خدائے بزرگ و برتر کیلئے سزاوار ہے جو خالق و مالک کائنات ہے قادر مطلق ہے مسبب الاسباب ہے۔ درود و سلام خاتمین علیہما السلام پر اور انکی آل واصحاب پر۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ مجھے اپنے جد امجد حضرت علامہ بحرالعلوم اشرف العلماء سید اشرف شمسی رحمتہ اللہ علیہ کی تالیفات کے تحفظ و اشاعت کی توفیق و استطاعت عطا فرمائی۔ چنانچہ اِس مقصد کیلئے ''علامہ شمسی ریسرچ اکیڈمی'' کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ زیر نظر کتاب ''رسالۃ المعراج'' اس اکیڈمی کے سلسلۂ اشاعت کی دوسری کڑی ہے۔ اس کے دو ایڈیشن حضرت مصنف علامؒ کے حین حیات ہی شائع ہو چکے تھے۔ اس کے بعد مزید دو ایڈیشن شائع ہوئے۔ پھر بھی یہ رسالہ نایاب ہے اسلئے اہل علم کی خواہش پر افادۂ عام کیلئے اسکو دوبارہ زیور طباعت سے آراستہ کیا جا رہا ہے۔

آج جبکہ مادہ پرستی عام ہے، نوجوان طبقہ ذہنی انتشار کا شکار ہے اور بے لوث علماء کی قلت ہے۔ ایسے نازک دور میں اشاعت علم کی ہماری اس کوشش کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کیلئے ہم برادرانِ ملت سے مخلصانہ اخلاقی تعاون کے خواستگار ہیں۔ میں اپنے رفقائے کار کا شکرگزار ہوں کہ ان کا تعاون عمل مجھے حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ہمارے مقصد میں کامیابی عطا فرمائے اور اپنی نصرت و رہنمائی سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

**سید یداللہ یداللّٰھی شجیع**
(صدر، علامہ شمسی ریسرچ اکیڈمی)

# فہرس



| فصل | عنوان | صفحہ |
| --- | --- | --- |
| ۱ | معراج نبوت کے پہلے ہوئی یا بعد | ۱ |
| ۲ | تاریخ معراج کا بیان | ۳ |
| ۳ | مقام معراج کا بیان | ۳ |
| ۴ | اسراء ومعراج کا بیان | ۴ |
| ۵ | معراج دو مرتبہ ہونے کی روایات | ۵ |
| ۶ | جثہ سے معراج ہونے کے متعلق احادیث | ۶ |
| ۷ | مکہ سے بیت الاقصیٰ تک براق کے ذریعہ اسراء | ۱۴ |
| ۸ | مسجد بیت الحرام میں تین فرشتے آنے کا بیان | ۱۷ |
| ۹ | معراج براق اور سیڑھی کے ذریعہ نہ ہونے کا بیان | ۲۰ |
| ۱۰ | معراج جاگنے میں ہوئی یا خواب میں، | |
| | جثہ سے ہوئی یا روح سے۔ علماء کا اختلاف | ۲۲ |
| ۱۱ | احادیث معراج میں اختلاف ناقلانِ روایت سے پیدا ہوا | ۳۲ |
| ۱۲ | معراج جسمانی کا انکار۔ عقلی اعتراضات کے جوابات | ۳۷ |
| ۱۳ | شب معراج میں رویت باری تعالیٰ کا اثبات | ۴۴ |

اللہ نے دیا ہے
برائے ایصال ثواب سیّدہ اسماء بانو یداللّٰہی مرحومہ
جگر گوشہ سیّد یداللہ شیخ یداللّٰہی

# بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً اما بعد بندہ سید اشرف ابن عارف کامل سید علی ابن الفاضل العلامۃ الحافظ سید اشرف تغمدہُ ہما اللہ بغفرانہ گزارش کرتا ہے کہ بعض خالص دوستوں نے مجھ سے یہ درخواست کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیانِ معراج میں ایک اُردو رسالہ تالیف کیا جائے ۔ اگرچہ بیانِ معراج آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عربی رسائل موجود ہیں مگر اُن سے اُردو دانوں کو فائدہ نہیں پہنچ سکتا ۔ بندہ نے اُن کی حسب خاطر ایک مختصر تقریر اِس مسئلہ میں کی ہے جو ہدیہؑ ملاحظہ ناظرین ہے گر قبول افتد زہے عزوشرف۔

واضح ہو کہ سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوٰت والتسلیمات کے ان خصوصیات میں سے جو کسی نبی مرسل میں نہیں ہیں مثلاً دعوتِ عامہ یعنی جن وانس پر آپ کی عام دعوت اور آپ کا خاتم الانبیاء ہونا اور آپ کی اُمت کے لئے سب زمین پر مسجد کا حکم ہونا وغیرہ ایک خصوصیتِ معراج بھی ہے ۔ علماءِ سلف نے اس مسئلہ میں تفصیل کے ساتھ بحثیں کی ہیں ہم ایک ایک فصل میں اُن بحثوں کو اختصاراً بیان کریں ۔ وَمَا توفیقی اِلاّ بِاللّٰہِ وھُو حَسبی و نِعم الوَکِیلُ .

(۱) فصل علماء کو اِس بات میں اختلاف ہے کہ معراج نبوت کے پہلے ہوئی ہے یا بعد نبوت ۔ تفسیر بحر المحیط میں لکھا ہے کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہٗ اور حسن کا یہ قول ہے کہ نبوت سے پہلے آپ کو معراج ہوئی ہے ، ابوبکر محمدؒ بن علی بن القاسم الرّعینی نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ نبوت سے اٹھارہ مہینے پہلے آپ کو معراج ہوئی ہے ۔ امام بخاری نے بھی صحیح بخاری میں شریک بن ابی نمر سے روایت کی ہے کہ وحی ہونے

سے پہلے آپ کو معراج ہوئی ہے۔ علماء نے بیان کیا ہے کہ پہلے کے دونوں قول شاذ ہیں چنانچہ علامہ عینی نے شرح بخاری میں ذکر کیا ہے۔ فقیل انه کان قبل المبعث وهو شاذ الا اذا حمل علی انه وقع فی المنام فله وجه صحیح بخاری کے شارحین اور شیخ محی الدین نووی رحمہم اللہ نے شرح مسلم میں ذکر کیا ہے کہ شریک کی روایت ضعیف ہے اور اسی طرح اکثر علماء نے شریک کی حدیث کو اوہام و غلط سے تعبیر کیا ہے۔ مگر علامہ عینی کی یہ تاویل بری نہیں ہے کہ نبوت کے پہلے ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ کو خواب میں معراج ہوئی ہو۔

جمہور محدثین و متکلمین کا یہ مذہب ہے کہ معراج بعد نبوت ہوئی ہے بعض نے کہا ہے کہ ہجرت سے ایک برس پہلے آپ کو معراج ہوئی ہے۔ ابن حزم نے اس پر اجماع امت ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ علامہ عینی نے بیان کیا ہے کہ اکثر علماء کا یہی قول ہے وهو قول الاکثرين حتی بالغ ابن حزم فنقل الاجماع علی ذلک طبری و بیہقی نے سدی سے روایت کی ہے کہ ہجرت سے ایک برس پانچ مہینے پہلے معراج ہوئی ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ ہجرت سے اٹھارہ مہینے پہلے چنانچہ ابن عبدالبر نے اس کا ذکر کیا ہے۔ ابن فارس نے یقین کیا ہے کہ ہجرت سے پندرہ مہینے پہلے معراج ہوئی۔ ابن اثیر نے کہا ہے کہ ہجرت سے تین برس پہلے، قاضی عیاض نے زہری سے روایت کی ہے کہ نبوت سے پانچ برس کے بعد آپ کو معراج ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہجرت سے ڈیڑھ برس پہلے معراج ہوئی۔ علامہ عینی نے شرح بخاری میں ان سب روایتوں کا ذکر کیا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ ان سب روایتوں میں اختلاف ہے اور ان میں سے کوئی قول ایسا نہیں ہے کہ اُس کو اختیار کیا جائے اور دوسرے قول کو ترک۔ لیکن ان سب اقوال کا قدر مشترک یہ کہ آنحضرت ﷺ کو نبوت کے بعد معراج ہوئی ہے۔ جمہور علماء کے پاس یہی بات حق ہے۔

(۲) **فصل تاریخ معراج کے بیان میں** ۔ تاریخ معراج میں بھی اختلاف ہے اکثر علماء کا یہ قول ہے کہ ربیع الاول میں آپ کو معراج ہوئی ہے، ابن حزم نے اس پر اجماع ہونے کا دعویٰ کیا ہے، بعض نے کہا ہے کہ سترہ ربیع الاول کی شب میں معراج ہوئی ہے، بعض کا یہ قول ہے کہ ذوالحجہ میں معراج ہوئی اور کسی نے کہا ہے کہ رمضان میں سترہ تاریخ ہفتہ کی رات میں معراج ہوئی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ ذوالقعدہ میں ہوئی ہے اور کسی نے ذکر کیا ہے کہ ربیع الثانی کی ستائیس تاریخ کو معراج ہوئی ہے، بعض نے کہا ہے کہ رجب کے پہلے جمعہ کی شب میں ۔ بعض نے کہا ہے کہ پیر کے دن اور تاریخ و مہینہ نہیں بتایا۔ چنانچہ علامہ عینی نے ذکر کیا ہے روی اس ابی شیبة من حدیث جابر و ابن عباس رضی اللّٰہ عنهما ولد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یوم الاثنین وفیه بعث وفیه عرج به الی السماء وفیه مات یعنی جابر رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پیر کے دن پیدا ہوئے، اور آپ کو نبوت بھی پیر کے دن ملی اور پیر ہی کے دن آپ کو معراج ہوئی اور پیر ہی کے دن آپ کی رحلت بھی ہوئی۔ غرض ان تواریخ کے اختلاف میں امر متفق یہی ہے کہ آپ کو نبوت کے بعد کسی ایک رات میں معراج ہوئی ۔ مگر بعض علماء نے رجب کی ستائیسویں کو شب معراج قرار دیا ہے چنانچہ علامہ عینی نے ذکر کیا ہے وقد اختاره الحافظ عبد الغنی بن سرور المقدسی فی سیرته۔

(۳) **فصل مقام معراج کے بیان میں** ۔ اس امر میں علماء کو اختلاف ہے کہ آپ کو کس مقام سے معراج ہوئی، بعض کا یہ قول ہے کہ امّ ہانی رضی اللہ عنہا کے مکان سے آپ کو معراج ہوئی اور بعض کا یہ قول ہے کہ خود آنحضرت ﷺ کے مکان میں سے آپ کو معراج ہوئی ۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے یہی روایت ہے اور بعض نے بیان کیا ہے کہ حرم شریف سے آپ کو معراج ہوئی چنانچہ صحیح مسلم میں

مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ، سے یہی روایت مروی ہے بعض کہتے ہیں کہ حجر اسود کے قریب سے معراج ہوئی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ زم زم اور مقام ابراہیم کے درمیان سے آپ کو معراج ہوئی ہے ان سب مقامات کا ثبوت اخبار آحاد سے ہے جن کا آئندہ ذکر کیا جائے گا مگر حرم شریف سے معراج ہونا امر قطعی ہے چنانچہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے سبحان الذی اسریٰ بعبده ليلا من المسجد الحرام الى المسجد الاقصىٰ الذی بارکنا حوله لنريه من آياتنا ۔ اس آیت کریمہ میں عبد سے ذات رسول اللہ ﷺ مراد ہے ۔ علامہ جار اللہ زمخشری نے تفسیر کشاف میں لکھا ہے کہ لفظ لیلاً اس وجہ سے نکرہ لایا گیا ہے کہ یہ ثابت ہوجائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رات کے کسی ایک حصہ میں معراج ہوئی ہے اور اس سے مدت قلیل مراد ہے، آیت کریمہ کے یہ معنی ہیں کہ وہ ذات پاک و منزہ ہے جس نے اپنے بندہ محمد رسول اللہ علیہ ﷺ کو رات کے کسی حصہ میں مسجد حرام سے بیت المقدس تک سیر کرائی غرض امر قطعی یہی ہے کہ آپ کو مسجد حرام سے معراج ہوئی ۔ باقی روایتیں چونکہ خبر واحد اور مختلف ہیں ظنی ہیں واللہ اعلم ۔

**(۴) فصل اسرا و معراج کے بیان میں۔** واضح ہو کہ اسرا و معراج کے بیان میں جس قدر اختلاف ہے کسی مسئلہ دینی میں اتنا اختلاف نہیں دیکھا گیا چنانچہ گزشتہ فصول سے معلوم ہوا ہے اور آئندہ فصول سے بھی معلوم ہوگا۔ یہاں تک کہ بعض علماء کا خیال ہے کہ اسرا جدا ہے اور معراج جدا۔ علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے جنح البخاری الى ان ليلة الاسراء كانت غير ليلة المعراج لانه افرد لكل منهما ترجمة یعنی بخاری کا میلان اس طرف ہے کہ لیلۃ الاسرا لیلۃ المعراج سے جدا ہے کیونکہ بخاری نے ان دونوں سے ہر ایک کے لئے علٰحدہ باب قرار دیا ہے ۔ اور نیز بیان کیا ہے وقال بعض المتاخرين كانت قصة الاسراء فى ليلة و المعراج فى ليلة متمسكا بما ورد فى حديث انس من رواية شريك من ترک ذكر الا

سراء و کذا فی ظاھر حدیث مالک بن صعصعه - یعنی بعض علماء متاخرین نے بھی قصہ اسراء اور معراج کو جدا جدا اعتبار کیا ہے یعنے اسراء ایک رات میں اور معراج ایک رات میں ہوئی اور دلیل یہ لائی ہے کہ انس کی حدیث میں جو شریک سے مروی ہے اسرا کا ذکر نہیں اور ایسا ہی مالک بن صعصعہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے مگر یہ خیال بہت ہی بے بنیاد ہے خود ابن حجر نے اس کی تردید کی ہے چنانچہ لکھا ہے ولا دلالة فی ذالک علی التخائر عنده بل کلامه فی اول الصلاة ظاهر فی اتحادهما و ذالک انه ترجمه باب کیف فرضت الصلاة لیلة الاسراء و الصلوة انما فرضت فی المعراج فدل علی اتحادهما عنده وانما افرد کلا منهما بترجمة لان کلا منهما یشتمل علی قصة مفروضة وان کان وقعامعاً - یعنی معراج و اسرا کے جدا جدا ہونے پر بخاری کے نزدیک کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ کتاب الصلوٰۃ کے عنوان سے دونوں کا ایک ہونا ثابت ہے کیونکہ اس نے کیف فرضت الصلوة لیلة الاسراء کا باب لکھا ہے اور نماز یقیناً معراج میں فرض ہوئی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بخاری کے نزدیک دونوں واقعے ایک ہیں۔ عنوان باب اس لئے جدا جدا لکھا ہے کہ ان میں الگ الگ واقعے ہیں۔ اگر چہ اسرا و معراج ایک ہی وقت میں واقع ہوئے ہیں۔

**(۵) فصل بعض کهتے هیں که معراج دو مرتبه هوئی - ایک** مرتبہ بطور تمہید کے خواب میں اور دوسرے مرتبہ اسرا کے جاگنے میں۔ چنانچہ ابن حجر نے ذکر کیا ہے والمعراج وقع مرتین مرة فی المنام علی الفرادة توطئة وتمهیدا ومرة فی الیقظة مضموما الی الاسراء۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اسرا بیداری میں دو مرتبہ ہوئی - پہلی مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت المقدس پہنچ کر لوٹ گئے اور قریش کو اس کی خبر دی۔ دوسری مرتبہ بیت المقدس تک گئے پھر وہاں سے اسی رات آسمانوں پر پہنچے چنانچہ ابن حجر نے لکھا ہے وقیل کان الاسراء مرتین فی الیقظة

فالاولی رجع من بیت المقدس وفی صبیحته اخبر قریشا بما وقع والثانیة اسری به الی بیت المقدس ثم عرج به من لیلة الی آخر ما وقع ۔ امام ابوشامہ نے ذکر کیا ہے کہ آپ کو کئی مرتبہ معراج ہوئی چنانچہ ابن حجر عسقلانی نے ذکر کیا ہے ووفق ابو شامة فی روایات حدیث الاسراء بالجمع بالتعدد فجعل ثلاث اسراآت مرة من مکة الی بیت المقدس فقط علی البراق ومرة من مکة الی السموات علی البراق و مرة من مکة الی بیت المقدس ثم الی السموات ۔ یعنی امام ابوشامہ نے روایات معراج میں تطبیق دی ہے اور تین اسرا ثابت کئے ہیں ایک مرتبہ مکہ سے بیت المقدس تک براق پر اور دوسرے مرتبہ مکہ سے بذریعہ براق آسمانوں پر اور تیسرے مرتبہ مکہ سے بیت المقدس تک اور پھر آسمانوں پر غرض احوال معراج میں اس قدر اختلاف ہے کہ اس میں غور کرنے سے عقل دنگ ہوجاتی ہے ۔ ہم نے فصول آئندہ میں ان اختلافات کو رفع کرنے کی کوشش کی ہے اور ظاہر کیا ہے کہ آپ کو ایک ہی مرتبہ معراج جسم کے ساتھ اور بیداری میں ہوئی ہے اور اسی میں آپ پر اور آپ کی امت پر نماز فرض ہوئی اور نیز ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے روایات میں بھی بحث کی ہے جو معراج جسمانی کے قائل نہیں ہیں اور اخیر میں ان عقلی اعتراضات کے بھی جو اس مسئلہ پر وارد ہوتے ہیں جوابات دئے گئے ہیں غرض اس مسئلہ کی توضیح میں حتی الامکان کوشش کی گئی ہے ۔ واللہ المستعان .

(۶) **فصل** ہم اس فصل میں ان حدیثوں کا ذکر کرتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو جثہ سے معراج ہوئی ۔ پہلی حدیث ابن ابی شیبہ و ابن مردویہ و مسلم نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال اتیت بالبراق وهو دابة ابیض طویل فوق الحمار دون البغل یضع حافره عند منتهی طرفه فرکبته حتی اتیت بیت المقدس الخ یعنی بن مالک رضی اللہ عنہ

سے راویت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے پاس براق دیا گیا اور وہ ایک چوپایہ ہے جو گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا جہاں اس کی نظر پڑتی ہے وہیں قدم رکھتا ہے اس پر سوار ہوا اور بیت المقدس آیا۔

دوسری حدیث ابن ابی حاتم نے یزید بن ابی مالک عن انس سے روایت کی ہے۔ عن انس رضی اللّٰہ عنه قال لما کان لیلة اسری برسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم اتاہ جبرئیل علیه السلام بدابة فوق الحمار ودون البغل حملة جبرئیل علیه السلام تنتھی خفھا حیث ینھتی طرفھا ۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ک جس رات میں آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج ہوئی جبرئیل علیہ السلام نے آپ کے پاس ایک جانور پیش کیا جو گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو اس پر سوار کرایا اس کا قدم وہیں پڑتا تھا جہاں اس کی نظر پڑتی تھی۔

تیسری حدیث ابن جریر و ابن مردویہ و بیہقی نے دلائل میں عبدالرحمٰن بن ہاشم بن عتبہ نے انس رضی اللہ عنہٗ سے روایت کی ہے عن انس رضی اللّٰہ عنه قال لما جاء جبرئیل علیه السلام الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم بالبراق فکانھا ھزت اذینھا فقال جبرئیل یا براق فواللّٰہ ما رکبک مثله وسار رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم الخ انس رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ جب جبرئیل علیہ السلام براق لیکر آنخضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو براق اپنے کان ہلانے لگا جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ اے براق اللہ کی قسم ہے کہ تجھ پر مثل اس راکب کے کوئی سوار نہ ہوا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے سیر کی۔

چوتھی حدیث بزاز و ابن ابی حاتم وطبرانی و ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں روایت اور تصحیح شداد بن اوس رضی اللہ عنہٗ سے کی ہے۔ عن شداد بن اوس رضی اللّٰہ

عنهٗ قال قلنا یا رسول اللّٰه کیف اسری بک فقال صلیت لاصحابی العتمة
بمکة معتنما فاتانی جبرئیل بدابة بیضاء فوق الحمار و دون البغل قال رکب
فاستصبعت علی فادارھا باذنھا ثمه حملنی علیھا فانطلقت بنایقع حافرھا
حیث ادرک طرفھا الخ۔ شداد ابن اوس رضی اللہ عنہٗ نے پوچھا یا رسول اللہ آپ
کے اسرا کی کیا کیفیت ہے فرمایا میں نے مکہ میں اپنے اصحاب کے ساتھ نماز عشاء پڑھی
یکا یک جبرئیل علیہ السلام ایک چوپایہ اپنے ساتھ لئے ہوئے حاضر ہوئے جس کا رنگ
سفید اور گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا۔ اور کہا کہ اس پر سوار ہوجائیے یہ جانور
سرکشی کرنے لگا۔ جبرئیل علیہ السلام نے اس کو رام کیا پھر مجھے اس پر سوار کرایا پھر یہ
جانور ہم کو لے چلا۔ اس کی جہاں نظر پڑتی تھی وہیں اس کا قدم پڑتا تھا۔

پانچویں حدیث۔ ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ اور بیہقی
نے دلائل میں اور ابن عساکر نے ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہٗ سے روایت کی ہے۔ عن
ابی سعید الخدری رضی اللّٰه عنهٗ قال حدثنا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله
وسلم بالمدینة عن لیلة اسری به من مکة الی المسجد الاقصی قال بینا انا نائم
عشاء بالمسجد الحرام اذ اتانی آت فایقظنی فاستیقظت فلم ارشیئا واذا انا
کهیئة خیال فابتعت بصری حتی خرجت من المسجد فاذا انا بدابة ادنی شبهة
بدوابکم هذه بغالکم غیر انه مضطرب الاذنین یقال له البراق وکانت الانبیاء
ترکبه قبلی یقع حافره عند مدبصره فرکبته۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہٗ سے
روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں اپنے اسراء کی کیفیت جو مکے سے مسجد اقصیٰ
تک ہوئی تھی اس طرح بیان کی کہ میں مسجد الحرام میں عشاء کے وقت سورہا تھا کہ آنے
والا میرے پاس آیا اور مجھے نیند سے جگایا پھر میں جاگ گیا میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی
میں ایک صورت خیالی کے مثل تھا پھر میں نے نظر ڈالی اور مسجد سے باہر نکلا تو یہ دیکھا کہ

میرے پاس ایک چوپایہ کھڑا ہوا ہے جو تمہارے جانوروں میں سے خچروں وغیرہ سے مشابہ تھا مگر اس کے کان پھڑک رہے تھے اس کو براق کہتے ہیں اور مجھ سے پہلے جو پیغمبر تھے اس چوپایہ پر سوار ہوئے ہیں۔ اس کا قدم وہاں پڑتا ہے جہاں اس کی نظر پڑتی تھی۔ پھر میں اس پر سوار ہو گیا۔

چھٹی حدیث طبرانی نے اوسط میں اور ابن مردویہ نے ابی لیلیٰ سے روایت کی ہے۔ عن ابی لیلی ان جبرئیل علیه السلام اتی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم بالبراق فحمله علیه بین یدیه۔ ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس براق پیش کیا اور اپنے سامنے آپ کو براق پر سوار کرایا۔

ساتویں حدیث ابن عرفہ نے اپنے جزو مشہور میں اور ابو نعیم نے دلائل میں اور ابن عساکر نے اپنی تواریخ میں ابی عبیدہ نے ابن عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے۔ عن عبداللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ عنه قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم اتانی جبرئیل علیه السلام بدابة دون البغل و فوق الحمار فحملنی علیه ثم انطلق الخ۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام ایک چوپایہ لائے جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا اس پر مجھے سوار کرایا اور پھر چلے۔

آٹھویں حدیث الحارث بن ابی اسامہ اور بزاز اور ابو نعیم اور طبرانی او ابن مردویہ اور ابن عساکر نے علقمہ سے اور علقمہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم اتیت بالبراق فرکبته اذا اتی علی جبل ارتفعت رجلاه واذ هبط ارتفعت یدا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس براق لائے اور میں اس پر سوار ہوا، جب وہ پہاڑ پر سے گزرتا تھا تو اس کے پچھلے پاؤں اونچے ہوتے تھے اور جب وہ نیچے گزرتا تھا تو اس کے

دونوں ہاتھ اونچے ہو جاتے تھے۔

نویں حدیث طبرانی اور ابن مردویہ نے ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔ عن ام هانی رضی الله عنها قالت بات رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة اسرى به فى بيتى ففقدته من اليل فامتنع عنى النوم مخافة ان يكون عرض له بعض قريش فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان جبرئيل عليه السلام اتانى فاخذبيدى فاخرجنى فاذا على الباب دابة دون البغل وفوق الحمار فحملنى عليها ثم انطلق ۔ ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ معراج کی رات میرے مکان میں سوئے تھے جب میں اٹھی تو آپ کو غائب پایا میری نیند کافور ہوگئی۔ اور ڈرنے لگی کہ کسی قریش سے آپ کا پالا نہ پڑا ہو۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ پکڑا اور باہر لائے دیکھا کہ دروازے پر ایک جانور خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا کھڑا ہے جبرئیل علیہ السلام نے مجھے اس پر سوار کرایا اور وہ چلا۔

دسویں حدیث ابن سعد ابن عساکر نے روایت کی ہے۔ عن عبدالله بن عمرو ام سلمة و عائشة و ام هانى و ابن عباس رضى الله عنهما دخل حديث بعضهم فى بعض قالوا اسرى برسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة سبع عشرة من شهر ربيع الاول قبل الهجرة بسنة من شعب ابى طالب الى بيت المقدس قال رسول الله صلى الله عليه وسلم حملت على دابة بيضاء بين الحمار و بين البغل فى فخذهاجناهان تحفزبهما رجليها فلما دنوت لا ركبها شمست فوضع جبرئيل عليه السلام يده على معرفتها ثم قال الا تستحيين يا براق مما تصنعين والله ماركبك عبدالله قبل محمد اكرم على الله منه فاستحيت حتى ارفضت عرقا ثم قرن حتى ركبتها الخ۔ عبداللہ بن عمر و ام سلمہ و

عائشہ وام ہانی و ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے۔ اس روایت میں بعض روایتیں بعض بعض میں داخل ہیں ان سب نے ذکر کیا ہے کہ ہجرت کے ایک برس پہلے سترہ ربیع الاول کو شعب ابی طالب سے رسول اللہ ﷺ کو بیت المقدس تک معراج ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں سواری پر بیٹھا جو سفید رنگ والی اور گدھے سے بڑی اور خچر سے چھوٹی تھی۔ اس کے رانوں پر دو پر تھے جب میں سوار ہونے کے لئے اس سے قریب ہوا تو شرارت کرنے لگی۔ جبرئیل علیہ السلام نے اس کی ایال پر اپنا ہاتھ رکھا پھر کہا کہ اے براق کیا تو اپنے اس فعل سے نہیں شرماتی۔ اللہ کی قسم ہے محمد سے زیادہ کوئی بزرگ شخص تجھ پر سوار نہیں ہوا ہے۔ اس بات کے سننے سے براق شرما گئی اور اس سے پسینہ ٹپکنے لگا پھر ٹھہر گئی اور میں اس پر سوار ہوگیا۔

گیارہویں حدیث احمد اور عبد بن حمید اور ترمذی اور ابن مردویہ اور ابو نعیم اور بیہقی ان دونوں نے دلائل میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ عن انس رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتی بالبراق لیلۃ اسری بہ مسرجا ملجما لیرکبہ فاستصعب علیہ فقال لہ جبرئیل علیہ السلام بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم تفعل ھذا فواللہ ما رکبک خلق قط اکرم علی اللہ منہ قال فارفض عرقا الخ۔ یعنی انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس براق لایا گیا جس پر زین کسی ہوئی تھی۔ براق سرکشی کرنے لگا۔ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کیا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسی حرکت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ کوئی شخص جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بزرگ ہو تجھ پر سوار نہیں ہوا۔ اس بات کے سننے کے بعد براق سے پسینہ ٹپکنے لگا۔

بارہویں حدیث بزاز نے علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ عن علی رضی اللہ عنہ لما اراد اللہ تعالیٰ ان یعلم رسولہ الاذان اتاہ جبرئیل علیہ

السلام بدابة یقال له البراق فذهب یر کبها فاستصعبت فقال لها جبرئیل علیه السلام اسکنی فواللّٰه رکبک عبد اکرم علی اللّٰه من محمد صلی اللّٰه علیه وسلم فرکبها حتی انتهی الی الحجاب الذی یلی الرحمن فبیتما هو کذالک اذ خرج علیه ملک من الحجاب ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو اذن سکھانے کا ارادہ کیا جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس براق لیکر حاضر ہوئے جبکہ آپ براق پر سوار ہونے لگے تو براق نے سرکشی کی ۔ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا اے براق ٹھہر جا تجھ پر کوئی بندہ جو اللہ تعالیٰ کے پاس محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اکرم ہو سوار نہیں ہوا پھر محمد ﷺ اس پر سوار ہوئے اور اس پردے کے پاس پہنچے جو اللہ تعالیٰ سے قریب تھا اس جگہ ایک فرشتہ پردہ سے نکلا الخ۔

تیرہویں حدیث ابن ابی شیبہ اور ابن جریر نے عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے ۔ عن عبداللّٰه بن شداد رضی اللّٰه عنهٗ قال لما اسری بالنبی صلی اللّٰه علیه وسلم اتی بدابة دون البغل وفوق الحمار یضع حافره عند منتهی طرفه یقال له البراق و مر رسول اللّٰه بعیر للمشرکین الخ۔ عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ کو معراج ہوئی ایک چوپایہ آپ کے پاس لایا گیا جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا جہاں اس کی نظر پڑتی تھی وہاں اپنا قدم رکھتا تھا۔ اس کو براق کہتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشرکین کے ایک قافلہ پر گزرے الخ۔

چودھویں حدیث ابی حاتم نے طریق سدی سے روایت کی ہے ۔ عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما وعن مرة الهمدانی عن ابن مسعود رضی اللّٰه عنه فی قوله سبحان الذی اسری بعبده الایة قال اتی جبرئیل النبی صلی اللّٰه علیه وسلم بمکة فحمله علی البراق فسار به الی بیت المقدس۔ ابی عباس رضی اللہ

عنہما اور مرۃ ہمدانی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ، سے سبحان الذی الخ کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام مکہ میں آئے اور براق پر آپ کو سوار کرایا اور بیت المقدس کی آپ کے ساتھ سیر کی۔

پندرھویں حدیث ابن جریر نے ابن شہاب سے اور ابن شہاب نے ابن مسیّب اور ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت کی ہے۔ عن ابن المسیب و ابی سلمة بن الرحمن ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اسری به علی البراق وھی دابة ابراھیم علیه السلام التی کان یزور علیھا البیت حافرھا موضع طرفھا الخ۔ یعنی رسول اللہ ﷺ براق پر سیر کرائے گئے۔ یہ وہ سواری ہے جس پر سوار ہو کر ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام بیت اللہ کو تشریف لاتے تھے۔ یہ جانور اس جگہ قدم رکھتا تھا جہاں اس کی نظر پڑتی تھی۔

اسی طرح کی اور بھی روایتیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے بیت المقدس کو براق پر سوار ہو کر تشریف لے گئے۔ کیونکہ پہلی حدیث میں جو انس رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے۔ فرکبته کا لفظ ہے۔ اور دوسری حدیث میں بھی جو انس رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے لفظ فحمله ہے اور تیسری حدیث میں جو انس رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے جبرئیل علیہ السلام نے براق سے مخاطب ہو کر کہا ہے یا براق فواللّٰہ ما رکبک مثله وسار رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم۔ ہے یعنی ان حدیثوں میں رکوب و سیر کے الفاظ ہیں۔ اور چوتھی حدیث میں جو شداد بن اوس رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے یہ الفاظ ہیں ثم حملنی فانطلقت۔ پانچویں حدیث میں جو ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے یہ الفاظ ہیں فایقظنی فاستیقظت فرکبته اور چھٹی حدیث میں جو ابن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے یہ الفاظ ہیں فحمله اور ساتویں حدیث میں جو ابن مسعود رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے یہ الفاظ ہیں فحملنی اور

آٹھویں حدیث میں جو ابن مسعود رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے یہ الفاظ ہیں فرکبتہ۔ نویں حدیث میں جو ام ہانی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے یہ الفاظ ہیں فحملنی علیھا ثم انطلق۔ دسویں حدیث میں جو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے یہ الفاظ ہیں حتی رکبتھا۔ گیارہویں حدیث جو انس رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے یہ الفاظ ہیں ما رکبک۔ بارہویں حدیث میں جو علی رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے یہ الفاظ ہیں فرکبھا یہ سب الفاظ اسی بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو جثہ سے معراج ہوئی ہے۔ کیونکہ اگر روح سے ہوتی تو روح محمد ﷺ کو رکوب وحمل و انطلاق اور ہشیار ہونے اور جاگنے سے کوئی ربط و تعلق نہیں ہے اور نہ یہ خیال ہوسکتا ہے کہ یہ الفاظ بے معنی ہیں۔ اور نہ کوئی ایسا قرینہ ہے جو ان الفاظ کے حقیقی معانی لینے سے منع کرے۔ اور نہ کسی محدث نے یہ تصریح کی ہے کہ یہ الفاظ اپنے معانی حقیقی پر محمول نہیں ہیں۔

غرض یہ سب حدیثیں اور دیگر حدثیں جن میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بذریعہ براق معراج ہوئی ہے اسی امر کو ثابت کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جثہ اور جاگنے میں معراج ہوئی ہے۔

(۷) **فصل** بعض حدیثوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو مکہ سے بیت الاقصیٰ تک براق کے ذریعہ اسراء ہوئی ہے اور بیت الاقصیٰ سے آسمانوں پر سیڑھی کے ذریعہ معراج ہوئی ہے چنانچہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہی ذکر کیا گیا ہے۔ اور بعض حدیثوں میں ذکر کیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ مقام اور زم زم کے درمیان آرام فرمارہے تھے کہ معراج یعنی سیڑھی قائم کی گئی اور یہیں سے آپ کو معراج ہوئی ان حدیثوں کو شیخ جلال الدین سیوطی نے تفسیر درمنثور میں ذکر کیا ہے۔ ہم ان دونوں حدیثوں کو اس جگہ لکھتے ہیں۔

ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں اور

ابن عساکر نے ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہٗ سے روایت کی ہے۔ عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه قال حدثنا رسول الله صلی الله علیه وسلم بالمدینة عن لیلة اسری به من مکة الی المسجد الاقصی قال بینا انا نائم عشاء با لمسجد الحرام اذا تانی آت فایقظنی فاستیقظت فلم ارشئیا واذا انا کهئیة خیال فاتبعته بصری حتی خرجت من المسجد فاذا انابدابة ادنی شبهة بدوابکم هذه بغالکم غیر انه مضطرب الاذنین یقال له البراق وکانت الانبیاء ترکبه قبلی یقع حافره عند مدبصره فرکبته فبینا انا اسیر علیه اذ دعانی داع الخ۔

اس حدیث کو مع ترجمہ میں نے سابق میں ذکر کیا ہے اس کے چند سطروں کے بعد ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہٗ نے ذکر فرمایا ہے۔ ثم دخلت انا و جبرئیل بیت المقدس فصلی کل واحد منا رکعتین ثم اتیت بالمعراج الذی تعرج علیه ارواح بنی آدم فلم تر الخلائق احسن من المعراج اما رأیت المیت حین رما بصره طامحا الی السماء عجبه بالمعراج فصعدت انا و جبرئیل فاذا انا بملک یقال له اسمعیل وهو صاحب سماء الدنیا وبین یدیه سبعون الف ملک الخ۔ یعنی آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ پھر میں اور جبرئیل علیہ السلام بیت المقدس میں داخل ہوئے اور ہم میں سے ہر ایک نے دو، دو رکعتیں نماز پڑھیں، پھر سیڑھی لائی گئی جس پر سے ارواح بنی آدم اوپر چڑھتے ہیں وہ ایسی سیڑھی تھی کہ مخلوق میں اس سے بہتر کوئی چیز خوب صورت نہیں ہے۔ پھر میں اور جبرئیل دونوں چڑھے اور میں دیکھتا تھا کہ میرے سامنے ایک فرشتہ کھڑا ہوا ہے جس کا نام اسمعیل ہے وہ آسمان دنیا کا حاکم ہے اس کے سامنے ستر ہزار فرشتے کھڑے ہوئے ہیں الخ۔

راقم کہتا ہے کہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ بنی آدم کی روحیں بھی آسمان پر بغیر سیڑھی کے نہیں چڑھ سکتیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

دوسری حدیث ابن سعد و ابن عساکر نے بطریق واقدی کے ابی بکر بن عبداللہ بن ابی سبرۃ سے روایت کی ہے۔ عن ابی بکر بن عبداللّٰه بن ابی سبرة وغيره من رجاله قالوا كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يسئال ربه ان يريه الجنة فلما كان ليلة السبت بسبع عشرة خلت من رمضان قبل الهجرة بثمانية عشر شهرا و رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم نائم فى بيته ظهرا اتاه جبرئيل و ميكائيل فقالا انطلق الى ما سئالت اللّٰه فانطلقا به الى ما بين المقام و زمزم فاتى بالمعراج فاذا هو احسن شئ منظرا فعرج به الى السموت سماء سماء الخ یعنی واقدیٰ نے ابی بکر بن عبداللہ بن ابی سبرۃ وغیرہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت دکھائے جب ہجرت سے اٹھارہ مہینے پہلے رمضان کی سترہ راتیں گزریں اور آنخضرت ﷺ اپنے گھر میں چت سو رہے تھے کہ جبرئیل علیہ السلام و میکائیل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور کہا کہ جس چیز کے دیکھنے کا آپ نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تھا اس کے دیکھنے کیلئے تشریف لے چلئے۔ پس یہ دونوں فرشتے آپ کے ساتھ زمزم اور مقام کے درمیان آئے اور یہاں ایک نہایت خوش منظر سیڑھی تھی آپ نے اس سیڑھی کے ذریعے ایک ایک آسمان کی سیر کی الخ۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ حرم شریف میں ہی آپ کے لئے معراج قائم ہوئی اور آپ جنت کی سیر کرنے کے لئے آسمانوں پر تشریف لے گئے اس روایت کے اسناد میں واقدی بھی ہیں۔ جن پر ائمہ محدثین نے یہ جرح کی ہے کہ یہ وضاع حدیث تھے۔

ان دونوں حدیثوں کا قدر مشترک یہی ہے کہ آسمانوں پر آپ کو سیڑھی کے ذریعہ سیر ہوئی ہے اور اختلاف اس امر میں ہے کہ سیڑھی کس جگہ قائم کی گئی۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہٗ کی روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بیت الاقصیٰ میں سیڑھی قائم ہوئی

اور واقدی کی روایت یہ بتاتی ہے کہ حرم مکہ معظّمہ میں ہی سیڑھی نصب ہوئی اور یہیں سے آپ آسمانوں پر تشریف لے گئے یہ دونوں روایتیں غریب اور جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم کے روایتوں سے جن کا تواتر معنوی ثابت ہے متفرد ہیں پس یہ دونوں روایتیں جمہور محدثین کے پاس بالکل نامقبول ہیں۔

(۸) **فصل** بعض حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد بیت الحرام میں سوتے تھے کہ تین فرشتے آئے اور آپکا سینہ چیرا اور اس کو زمزم کے پانی سے دھویا اور اس میں حکمت و ایمان ڈال دیا پھر جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ آپ کو آسمانوں کی سیر ہوئی۔ یہ روایت صحاح اور غیر صحاح میں انس اور ابو ذر رضی اللہ عنہما اور مالک بن صعصعہ سے کی گئی ہے۔ ان میں سے بعض حدیثوں میں براق کا بھی ذکر کیا گیا ہے مگر بیت المقدس میں جانے کا ذکرنہیں ہے چنانچہ مختصراً ان حدیثوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

پہلی حدیث امام احمد اور بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی و ابن جریر و ابن مردویہ نے طریق قتادہ سے روایت کی ہے ۔ عن انس بن مالک رضی اللّٰہ عنہٗ عن مالک بن صعصعة رضی اللّٰہ عنہٗ حدثه ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم حدثهم عن لیلة اسری به قال بینما انا فی الحطیم و ربما قال قتادة فی الحجر مضطجعا اذا تاتی ات فجعل یقول لصاحبه الاوسط بین الثلاثة فاتانی فشق ما بین هذه الی هذه یعنی من ثغر نحره الی شعرته فاستخرج قلبی فاوتیت بطست من ذهب حملوا ایمانا وحکمة فغسل قلبی بما زمزم ثم حشی ثم اعید مکانه ثم بدابة ابیض دون البغل وفوق الحمار یقال له البراق یقع خطوه عند اقصی طرفه فحملت علیه فانطلق بی جبرئیل حتی اتی بی السماء الدنیا فاستفتح الخ یعنی انس بن مالک رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ مالک ابن صعصعہ رضی اللہ عنہٗ نے ان سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو شب معراج کی اس

طرح خبر دی ہے کہ میں حطیم میں کروٹ لیٹا ہوا تھا اور کبھی قتادہ نے یہ بھی کہا ہے کہ حجر اسود کے پاس کروٹ لیٹا ہوا تھا کہ ایک آنے والا میرے پاس آیا یہ تین شخص تھے ان میں سے ایک شخص نے اس شخص سے جو ان کے درمیان تھا کچھ کہا پھر وہ میرے پاس آیا اور یہاں سے وہاں تک میرا پیٹ چیر دیا۔ یعنی سینہ کے اوپر سے زیر ناف تک ۔ پھر میرا دل نکالا اور ایک سونے کا لگن لایا جو ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا تھا، پھر زمزم کے پانی سے میرا دل دھویا اور اس میں ایمان وحکمت ڈال کر اسی جگہ رکھدیا جہاں وہ پہلے تھا۔ پھر ایک سفید جانور میرے پاس لایا گیا جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا اسی کو براق کہتے ہیں اس کا قدم اسی جگہ پڑتا تھا جہاں اس کی نظر پڑتی تھی ۔ پھر اس پر سوار ہوا اور میرے ہمراہ جبرئیل علیہ السلام ہوگئے تا آنکہ آسمان دنیا تک ہمارا گزر ہوا جبرئیل علیہ السلام نے آسمان کا دروازہ کھلایا الخ

دوسری حدیث صحیح مسلم وغیرہ میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے ۔ عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال کان ابو ذر رضی اللہ عنه یحدث ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم قال فرج سقف بیتی وانا بمکة فنزل جبرئیل علیه السلام ففرج صدری ثم غسله من ماء زمزم ثم جاء بطست من ذهب ممتلی حکمة وایمانا فاغرغها فی صدری ثم اطبقه ثم اخذ بیدی فعرج بی الی السماء الخ ۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے گھر کی چھت کھولی گئی اور میں مکہ میں تھا پھر جبرئیل علیہ السلام اترے اور میرا سینہ کھولا پھر اس کو زمزم کے پانی سے دھویا پھر سونے کا لگن لایا جو حکمت و ایمان سے بھرا ہوا تھا اس کو میرے سینہ میں انڈیل دیا اور پھر میرے سینہ کو برابر کردیا اس کے بعد میرا ہاتھ پکڑا اور آسمان کی طرف لے گیا۔

صحیح بخاری ونسائی وسنن وابن ماجہ وابن مردویہ میں بھی انس بن مالک رضی

اللہ عنہ سے اسی حدیث کی روایت کی گئی ہے ان دونوں حدیثوں میں بیت المقدس کا ذکر نہیں ہے۔ مگر شق صدر کے بعد معراج آسمانی کا ذکر کیا گیا ہے۔ مگر بعض حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ بچپن میں فرشتوں نے آپ کا سینہ چیرا تھا، چنانچہ خود صحیح مسلم میں یہ روایت ہے۔

عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اتاہ جبرئیل وھو یلعب مع الغلمان فاخذہ فشق عنہ فاستخرج القلب الخ یعنی انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آپ کے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور آپ بچوں میں کھیل رہے تھے جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو زمین پر لٹایا اور سینہ چیر کر آپ کا دل نکالا الخ

اور حافظ ابونعیم نے دلائل نبوت میں ذکر کیا ہے وروی شق صدرہ وھو ابن عشر الخ یعنی آپ کا سینہ چیرا گیا جبکہ آپ کی عمر دس برس کی تھی۔ اسی مضمون کی روایتیں مواہب لدنیہ میں بھی مروی ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ شق صدر کئی مرتبہ ہوا ہے۔ بعض راویوں نے شق صدر کی روایت کو روایت معراج سے ضم کردیا اور بعض نے روایت کی کہ بچپن میں شق صدر ہوا ہے۔ اسی وجہ سے بعض محدثین کی یہ رائے ہے کہ شق صدر متعدد مرتبہ ہوا ہے۔ اور نیز معراج بھی کئی مرتبہ ہوئی ہے۔ لیکن جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین و ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کا یہ مذہب ہے کہ آپ کو معراج ایک ہی مرتبہ ہوئی ہے کیونکہ نماز آپ پر اور آپ کی امت پر شب معراج میں ہی فرض ہوئی۔ چنانچہ امام نووی نے شرح مسلم میں ذکر کیا ہے العلماء اجمعوا علی ان فرض الصلواۃ کان لیلۃ الاسراء یعنی علماء نے اجماع کیا ہے کہ نماز لیلۃ الاسراء میں فرض ہوئی ہے۔ جب معراج متعدد مرتبہ ہوگی تو نماز کی فرضیت بھی متعدد مرتبہ ہوگی لیکن اعمال میں یہ کافی ہے کہ ان کی فرضیت یا ان کا ایجاب ایک مرتبہ

ہو جائے۔ اس میں تعدد کی حاجت نہیں پس جو لوگ تعدد معراج کے قائل ہیں ان کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ نماز بھی متعدد مرتبہ فرض ہوئی ہے اور یہ امر معقول نہیں ہے اسی لئے ابن قیم نے زاد المعاد میں تعدد معراج کے خیال کو خبط سے تعبیر کیا ہے چنانچہ لکھا ہے۔

وکل ذلک خبط وھذا طریقة الضعفاء الظاھرية من ارباب النقل الذین اذا راوفی القصة لفظة تخالف سیاق بعض الروایات جعلوه مرة اخری فکلما اختلف علیھم الروایات جعلوه مرة اخری فکلما اختلف علیھم الروایات عدد والوقائع۔

یعنی یہ سب خبط ہے اور یہ ان لوگوں کا طریقہ ہے جنکی روایت ضعیف ہے یہ ان لوگوں کی عادت ہے کہ جب کسی قصہ میں بعض روایتوں میں تخالف پاتے ہیں تو اس قصہ کا متعدد ہونا بیان کرتے ہیں اسی طرح جن روایات کو مختلف پاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ وقائع متعدد ہیں۔ شق صدر کے بھی تعدد کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی ۔ کیونکہ شق صدر سے آنحضرت ﷺ کے دل کی صفائی اور طہارت مقصود ہے جب اللہ تعالیٰ کے حکم محکم سے بواسطۂ جبرئیل علیہ السلام ایک مرتبہ صفائی و طہارت قلب مبارک ہوگئی تو پھر اس فعل کے تکرار کی حاجت نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

(۹) **فصل** بعض احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو نہ بذریعہ براق معراج ہوئی اور نہ سیڑھی کے ذریعہ سے اور نہ جبرئیل علیہ السلام آپ کو اٹھالے گئے۔ بلکہ ایک عجائب طریقہ سے آپ کو معراج ہوئی ہے۔

چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری شرح البخاری میں ذکر کیا ہے۔ ان الامام ابا شامة استند الی ما اخرجه البزاز و سعید بن منصورمن طریق ابی عمران الجونی عن انس رفعه قال بینا انا جالس اذ جاء جبرئیل فوکز بین کتفی فقمنا الی شجرة فیھا مثل وکر الطائر فقعدت فی احدھما وقعد جبرئیل

فی الاخر فارتفعت حتی سدة الخافقین ۔ امام ابو شامہ رحمہ اللہ نے جس حدیث کو کہ بزاز اور سعید بن منصور نے ابی عمران جونی کے طریقہ سے روایت کی ہے استناد کیا ہے ۔ اور انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں بیٹھا تھا کہ جبرئیل علیہ السلام آئے اور میرے دونوں مونڈھوں کے درمیان مارا پھر ہم دونوں اٹھے اور ایک درخت کے پاس پہنچے اس میں پرندوں کے دو گھونسلوں جیسے رکھے تھے۔ میں ایک میں بیٹھ گیا اور دوسرے میں جبرئیل ۔ پھر میں بلند ہوا یہاں تک کہ زمین اور آسمان سے گزر گیا ۔ تفسیر ابن کثیر میں بھی یہ حدیث عجیب وغریب مروی ہے جس پر بچوں کو بھی تعجب ہوتا ہے۔ ماہران فن حدیث کے پاس یہ روایت قابل استدلال نہیں ہے کیونکہ اولاً اس حدیث کا پتہ ائمہ کی حدیث کی کتابوں میں نہیں ہے ۔ ثانیًا یہ کہ ابو عمران جونی نے انس رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی روایت کی ہے مگر کسی دوسرے راوی نے اس حدیث کی انس رضی اللہ عنہ سے روایت نہیں کی کیونکہ انس رضی اللہ عنہ سے صحاح ستہ میں معراج کی روایتیں اکثر موجود ہیں مگر کسی میں یہ مروی نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گھونسلے میں بیٹھ کر آسمانوں کی سیر کی ہے ۔ اس صورت میں اس روایت کے غریب ہونے میں کوئی شک نہیں ہے ، پس یہ روایت غریب دوسرے مرفوع روایتوں کے مقابلہ میں اسی غرابت کی وجہ سے متروک ہوجائے گی۔ چنانچہ امام ابن جوزی نے روایت کے متروک وموضوع ہونے کے بیان میں یہ ذکر کیا ہے ۔ اوانفرادہ عمن لم یدرکہ بمالم یوجد عندغیرھا ۔ ثالثًا یہ ہے کہ ائمہ اصول حدیث نے ذکر کیا ہے کہ جب کسی روایت میں رکاکت ہو تو وہ موضوع ہے چنانچہ صاحب فتح المغیث نے امام ابن جوزی سے نقل کیا ہے ۔ ومن رکة المعنی یعنی رکاکت معنی سے بھی حدیث موضوع ہوجاتی ہے ۔ حاصل یہ ہے کہ حدیث میں رکاکت معنی نہ ہونی چاہئے ۔ غرض اس حدیث کے ضعیف وموضوع ہونے میں شبہ نہیں ہے ۔

(۱۰) **فصل** ہماری تقریر سے جو فصول سابقہ میں گزری ہے ظاہر ہے کہ احادیث مذکورہ کی وجہ سے علماء نے اختلاف کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو جاگنے میں معراج ہوئی یا خواب میں جثہ سے ہوئی یا رُوح سے۔ چنانچہ قاضی عیاض نے شفا میں اس کو تفصیل سے لکھا ہے۔

اختلف السلف والعلماء هل كان الاسراء بروحه او بجسده على ثلاث مقالات فذهبت طائفة الى انه اسراء بالروح وانه رويا منام مع اتقاقهم ان رويا الانبياء وحى وحق والى هذا ذهب معاوية وحكى عن الحسن والمشهودعنه خلافه واليه اشار محمد بن اسحاق وحجتهم قوله تعالى وما جعلنا الرويا التى ارينٰک الا فتنة للناس . وما حكوا عن عائشة رضى الله عنها مافقدت جسد رسول الله صلى الله عليه وسلم وقولهٗ بينا انانائم وقول انس وهو نائم فى المسجد الحرام وذكر القصة ثم قال آخرها فاستقيظت وانا بالمسجد الحرام وذهب معظم السلف والمسلمين الى انِه اسراء بالجسد فى اليقظة وهو الحق هذا قول ابن عباس وجابر وانس وحذيفة وعمر وابى هريرة رضى الله عنهم ومالک بن صعمعة وابى حبة الانصارى وابن مسعود رضى الله عنه وضحاک وسعيد بن جبير وقتادة وابن المسيب وابن شهاب وابن زيد والحسن وابراهيم ومسروق ومجاهد وعكرمة وابن جريج رحمهم الله وقال طائفة كان الاسراء بالجسد وباليقظة الى بيت المقدس والى السماء بالروح واحتخوبقول الله تعالىٰ سبحان الذى اسرىٰ بعبده وهو قول الطبرى وابن حنبل وجماعة عظيمة من المسلمين وهو قول اكثر المتاخرين من الفقهاء والمحدثين والمتكلمين والمفسرين فوقع التعجب بعظيم القدرة والتمدح بتشريف النبى صلى الله عليه وسلم واظهار الكرامة له بالاسراء اليه . ولو كان

الاسراء بجسدہٖ الیٰ زائدٍ علی المسجد الاقصی لذکرہ فیکون ابلغ فی المدح ۔ اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگلے لوگوں اور عالموں کے اسراء کے روحانی یا جسمانی ہونے میں تین مختلف قول ہیں ۔ ایک گروہ اس امر کا قائل ہے کہ اسراء روح کے ساتھ خواب میں ہوا ہے اور اِس پر اتفاق ہے کہ پیغمبروں کا خواب وحی اور حق ہوتا ہے ۔ معاویہ کا مذہب یہی ہے ۔ حسن بصری کا بھی یہی قول ہے لیکن ان کا مشہور قول اس کے برخلاف اور محمد بن اسحٰق نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے ۔ ان کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے وہ خواب جو تجھ کو دکھایا ہے لوگوں کے واسطے آزمائش ہے ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول کہ نہیں کھویا میں نے رسول اللہ ﷺ کے جسم کو یعنی آپ کا جسم مبارک معراج میں نہیں گیا ۔ اور آنحضرت ﷺ کا یہ فرمایا کہ جب میں سوتا تھا اور انس رضی اللہ عنہٗ کا یہ قول کہ آنحضرت ﷺ مسجد حرام میں سوتے تھے پھر معراج کا قصہ بیان کر کے آخر میں کہا کہ میں جاگا اور اِس وقت مسجد حرام میں تھا لیکن بہت سے اگلے لوگ اور مسلمان اِس بات کے قائل ہیں کہ اسراء جسم کے ساتھ اور جاگنے میں ہوئی ہے اور یہی بات حق ہے ۔ ابن عباس ، جابر، انس ، حذیفہ، عمر، ابی ہریرہ، مالک ابن صعصعہ ، ابوحبہ الانصاری ، ابن مسعود، ضحاک ، سعید بن جبیر، قتادہ ابن المسیب ، ابن شہاب، ابن زید، حسن، ابراہیم، مسروق، مجاہد، عکرمہ، ابن جریج رحمہم اللہ سب کا یہی مذہب ہے اور طبری اور ابن حنبل اور مسلمانوں کے ایک بڑے گروہ کا یہی قول ہے اور اکثر فقہا و محدثین و مفسّرین اِسی مذہب پر ہیں اور ایک گروہ کا یہ قول ہے کہ بیت المقدس تک جسم کے ساتھ بیداری میں اور آسمانوں پر رُوح کے ساتھ معراج ہوئی ہے اُن کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے ”پاک ہے وہ جو لے گیا اپنے بندہ کو رات کے کسی حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک“ یہاں اسراء کی اِنتہا مسجد اقصیٰ بیان کی ہے پس ایسی زبردست قدرت اور محمد ﷺ کی مدحت اور اظہارِ کرامت نبی ﷺ سے تعجب ہوا، اگر مسجد اقصیٰ سے اوپر

بھی جسم کے ساتھ آپ کی سیر ہوتی تو اِس کا ذکر کرنا تعریف کے موقع پر زیادہ مناسب تھا۔

قاضی عیاض کی اِس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ معراج رسول اللہ ﷺ میں تین قول ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ آپ کو جثہ سے اور جاگنے کی حالت میں معراج ہوئی ہے یہی قول حق ہے اور اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کرامؒ اور فقہا اور محدثین ومفسرین و متکلمین کا یہی مذہب ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آپ کو خواب میں معراج ہوئی اور یہ قول معاویہ ؓ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ آپ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جسم سے معراج ہوئی پھر مسجد اقصیٰ سے آسمانوں پر رُوحانی مِعراج ہوئی ہم اخیر کے دونوں قولوں میں بحث کرتے ہیں۔

پہلے قول کا جواب یہ ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول صحیح نہیں ہے اولاً یہ کہ آپ کو معراج مکہ معظّمہ میں ہوئی ہے اور اسی پر اجماع ہے اور قرآن مجید بھی اسی پر دلالت کرتا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اِس وقت چھوٹی تھیں اور آنحضرت ﷺ کے پاس نہ تھیں۔ بلکہ مدینہ منورہ میں آپ سے ملی ہیں تو لفظ مافقدت جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کیونکر صحیح ہوگا۔ بعض لوگوں نے اس لفظ کی تصحیح کی ہے۔ اور بیان کیا ہے کہ مافقدت صحیح نہیں ہے بلکہ مافقد بصیغہ غائب ماضی مجہول ہے علامہ عینی نے بھی شرحِ بخاری میں یہی لکھا ہے۔ اِس کا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں ضرور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اِس لفظ کی روایت کسی دوسرے صحابی سے کریں کیوں کہ جب بالاتفاق یہ صغیرہ تھیں اور آنحضرت ﷺ کے پاس نہ تھیں تو آپ کے عدم فقدان کی روایت کا کسی دوسرے صحابی سے سننا اور اس سے روایت کرنا ضرور ہے مگر کسی روایت سے یہ ثابت نہیں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس لفظ کی روایت کسی صحابی سے کی ہے تو مافقد کی روایت خود عائشہؓ سے صحیح نہیں ہوسکتی۔

ثانیاً یہ کہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کی روایت میں جو کہ متعدد طریقوں سے

مروی ہے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کہتی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے مکان میں آرام فرمارہے تھے اور پھر میں نے آپ کو نہ پایا۔ میں اس ڈر سے اُٹھ بیٹھی کہ قریش آپ سے دشمنی رکھتے ہیں۔ پھر آنحضرت ﷺ مجھ سے ملے اور فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھے باہر لے گئے دروازہ پر ایک چوپایہ کھڑا تھا جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا۔ اس پر جبرئیل علیہ السلام نے مجھے سوار کرایا اور ہم بیت المقدس پہنچے۔ حافظ جلال الدین سیوطی نے تفسیر درمنثور میں طبرانی اور ابن مردویہ سے اس کہ روایت کی ہے اور میں نے سابق میں اس حدیث کو بالفاظ ذکر کیا ہے۔ اس روایت سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ شبِ معراج میں ام ہانی رضی اللہ عنہا کے مکان میں تھے اور انہوں نے آپ کو رات کے کسی حصہ میں اپنے مکان میں نہ پایا اور پھر آپ نے ان سے معراج کا واقعہ ذکر کیا۔ اس صورتِ میں روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جس میں لفظ مافقدت ہے کیونکر صحیح و معتبر ہوگی۔

جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ آپ کو سونے میں معراج ہوئی ہے انہوں نے روایت صحیح بخاری اور مسلم سے استدال کیا ہے۔ اور اس کے یہ الفاظ ہیں۔ وھو نائم بالمسجد الحرام۔ اور اس روایت کے اخیر میں یہ الفاظ ہیں۔ فاستیقظ و ھو فی المسجد الحرام۔ یہ روایت شریک سے کی گئی ہے اور پھر بخاری نے شریک سے روایت کی ہے نائمة عیناه ولا ینام قلبه یعنی آپ کی آنکھیں سوتی تھیں اور دل جاگتا تھا اور اسی طرح مسلم نے بھی شریک سے روایت کی ہے۔ اور اس کے یہ الفاظ ہیں۔ وھو نائم فی المسجد الحرام۔ یعنی آپ مسجد حرام میں سوتے تھے ان سب روایتوں میں شریک نے ذکر کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو وحی سے پہلے معراج ہوئی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شریک کی روایت ائمہ حدیث کے پاس معتبر نہیں ہے۔ امام نووی نے شرح مسلم میں ذکر کیا ہے۔ جاء فی روایة شریک اوھام انکرھا العلماء من

جملتها انه قال ذلک قبل ان یوحٰی و هو غلط لم یوافق علیه و ایضا العلماء اجمعوا علی ان فرض الصلواۃ کان لیلة الاسراء فکیف یکون قبل الوحی۔
یعنی امام نووی نے ذکر کیا ہے کہ شریک کی روایت میں غلطیاں ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے کہا ہے کہ آپ کو معراج وحی آنے سے پہلے ہوئی ہے اور یہ بات غلط ہے کسی نے اس پر اتفاق نہیں کیا۔ لیکن علماء نے اتفاق کیا ہے کہ نماز کی فرضیت شب معراج میں ہوئی ہے پھر وحی سے پہلے فرضیت نماز کیوں کر ہوگی۔

اور علامہ عینی نے ذکر کیا ہے وانکرها الخطابی و ابن حزم و عبد الحق و القاضی عیاض و النووی یعنی خطابی اور ابن حزم اور عبد الحق اور قاضی عیاض اور نووی نے اس روایت کا انکار کیا ہے اور نیز ذکر کیا ہے۔ وقدصرح هولاء المذکورون بان شریک تفرد بذالک یعنی مذکورہ محدثوں نے تصریح کی ہے کہ شریک اس روایت میں متفرد ہے جب شریک کی روایت کی یہ حالت ہے تو وہ کیوں کر قابل حجت ہوگی۔ اگر اس تقریر پر یہ اعتراض کیا جائے کہ شریک کو جس امر میں تفرد ہے وہ اس کا یہ قول ہے کہ نبوت سے پہلے آپ کو معراج ہوئی ہے۔ بے شک یہ قول قرین قیاس نہیں ہے مگر شریک کو اس قول وهو نائم فی المسجد الحرام میں تفرد نہیں ہے کیونکہ قاضی عیاض نے ان لوگوں کے استدلال میں جو معراج فی النوم کے قائل ہیں یہ ذکر کیا ہے۔

وقوله بينا انا نائم وقول انس وهو نائم فی المسجد الحرام و ذکر القیمة ثم قال فی آخرها فاستیقظت و انا بالمسجد الحرام یعنی اور آپ کا یہ قول جب کہ میں سو رہا تھا اور انس کا یہ قول کہ آپ مسجد حرام میں سو رہے تھے اور سب قصہ کو ذکر کیا پھر اس کے آخر میں آپ نے کہا پھر میں ہوشیار ہوا، اور مسجد حرام میں تھا۔

یہ روایت امام بیہقی نے دلائل میں ذکر کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شریک

کی روایت بیہقی کے پاس مسلم ہے۔ اس صورت میں شریک کو اس قدر حصہ میں تفرد نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بیہقی کی روایت سے شریک کی روایت مطابق نہیں ہے۔ ہم اس جگہ بیہقی کی روایت لکھتے ہیں۔ حافظ محدث جلال الدین سیوطی نے تفسیر در منثور میں ذکر کیا ہے۔ و اخرج ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و ابن مردویه والبیهقی فی الدلایل و ابن عساکر عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه قال حدثنا رسول الله صلی الله علیه وسلم بالمدینة عن لیلة اسری به من مکة الی المسجد الاقصی قال بینا انا نائم عشاء بالمسجد الحرام اذ اتانی آت فایقظنی فاستیقظت الخ یعنی ابن جریر اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں اور ابن عساکر نے ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ جب مدینہ منورہ میں تشریف فرما تھے بیان فرمایا کہ میں جس رات میں مکہ سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرایا گیا نماز عشاء کے بعد کعبہ میں سو رہا تھا کہ ایک آنیوالا میرے پاس آیا اور مجھے نیند سے جگایا پھر میں جاگ اٹھا الخ

اس سے ظاہر ہے کہ بیہقی نے ابی سعید رضی اللہ عنہ سے جو روایت کی ہے اس کو قاضی عیاض نے نہیں لکھا۔ بلکہ انہوں نے شریک کی روایت لکھی ہے اور شریک نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے پس بیہقی کی روایت اور نیز دوسری روایتوں سے شریک کی روایت مطابق نہیں ہے بلکہ بالکل متفرد اور غریب ہے لہٰذا اعتبار سے ساقط ہے۔ غرض ابن جریر اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ اور بیہقی اور ابن عساکر اور دیگر روایتوں سے جن کو ہم نے معراج جسمانی کے ثبوت میں لکھا ہے یہی ثابت ہے کہ آپ کو جاگنے میں معراج ہوئی ہے۔

دوسرے قول کا یہ جواب ہے کہ امیر معاویہ کا یہ قول لائق حجت نہیں ہے، علامہ ابوحیان اندلسی صاحب تفسیر بحرالمحیط نے ذکر کیا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور معاویہ کا یہ

کہنا کہ معراج خواب میں ہوئی ہے ممکن ہے کہ یہ روایت ان سے صحیح نہ ہو اور اگر یہ روایت ان دونوں کی ہے تو دلیل نہیں ہوسکتی کیونکہ ان دونوں کو یہ خبر اچھی طرح معلوم نہیں ہے۔ کیوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس وقت چھوٹی تھیں اور معاویہ کافر تھے اور نیز اس وجہ سے بھی کہ ان دونوں نے اس روایت کو آنحضرت ﷺ تک مرفوع نہیں کیاہے۔ چنانچہ علامہ مذکور کے یہ الفاظ ہیں۔ **وما روی عن عائشة ومعاوية انه کان مناماً فلعله لا يصح عنهما ولو صح لم يکن فی ذلک حجة لانهمالم يشاهد ذلک لصغر عائشة وکفر معاوية اذ ذاک ولانهما لم يسند ذلک الی الرسول صلی الله عليه وسلم و لا حدثا به عنه۔** یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت معاویہ جو یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی معراج حقیقت میں ایک خواب ہے ممکن ہے کہ اس روایت کا اسناد ان سے صحیح نہ ہو اور اگر صحیح بھی ہو تو اس سے حجت نہیں ہوسکتی کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بچی تھیں اور حضرت معاویہ حالت کفر میں تھے اس کے علاوہ ان دونوں نے اس کی روایت رسول اللہ ﷺ سے نہیں کی۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور معاویہ کا قول لائق استدلال نہیں ہے۔ بعض نے معاویہ کے قول کی تائید میں یہ تقریر کی ہے کہ حضرت معاویہ نے معراج کو جو رویاء صادقہ سے تعبیر کی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس کو رویاء سے تعبیر فرمایا ہے چنانچہ ذکر فرمایا ہے **وما جعلنا الرويا التی ارينٰک الافتنة للناس** اور نہیں کیا ہم نے اس خواب کو جو تم کو دکھایا تھا مگر لوگوں کے لئے فتنہ پھر حضرت معاویہ پر کیا اعتراض ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ علماء کو اس امر میں اختلاف ہے کہ آیت مذکورہ معراج سے متعلق ہے یا اس میں دوسرے معنی کا بھی احتمال ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ معراج سے ہی متعلق ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس کی بھی یہی رائے ہے مگر حضرت معاویہ کے حق میں یہ مفید نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ

سے مروی ہے کہ اس رویاء سے روایت عین مراد ہے یعنی آنکھ سے دیکھنا چنانچہ صحیح بخاری میں روایت ہے۔ عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنهما فی قوله تعالیٰ وما جعلنا الرویا التی ارینٰک الا فتنه للناس قال هی رویا عین ارلها رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم اسری به الی بیت المقدس۔ ابن عباس سے روایت ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر میں (اور ہم نے اس خواب کو جو تجھے دکھایا ہے وہ نہیں ہے مگر آدمیوں کے لئے فتنہ)۔ابن عباس کہتے ہیں کہ اس خواب سے آنکھ سے دیکھنا مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو شب معراج میں بیت المقدس کو دکھایا تھا۔

پس حضرت معاویہ کا قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس تفسیر سے مطابق نہیں ہوسکتا اور بعض کہتے ہیں کہ اس رویاء سے وہ خواب مراد ہے جو آنحضرت ﷺ نے دیکھا تھا کہ آپ مکہ میں داخل ہورہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کو اس خواب کی اطلاع دی۔ اور آپ نے یہ خواب دیکھنے کے بعد مکہ معظّمہ کی طرف مع اصحاب رضی اللہ عنہم تشریف لے گئے مگر کفار مکہ نے آپ کو مقام حدیبیہ میں روک لیا اور آنحضرت ﷺ نے اسی مقام میں کفار مکہ سے مصالحت کی یہی مصالحت صلح حدیبیہ کے نام سے مشہور ہے چنانچہ علامہ ابن جریر طبری اور صاحب تفسیر خازن اور امام رازی وغیرہم نے اس ہی آیت کی تفسیر میں یہ روایت لکھی ہے۔ یقال ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم اری انه دخل مکة هو و اصحابه وهو یومئذ بالمدینة فجعل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم السیر الی مکة قبل الاجل فرده المشرکون فقالت اناس قدره رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ،یعنی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو خواب ہوا کہ آپ اور آپ کے صحابہ مکہ میں داخل ہوئے ہیں آپ اس خواب کے دیکھنے کے وقت مدینہ میں تھے پھر رسول اللہ ﷺ نے مکہ کی طرف سفر فرمایا مشرکین نے آپ کو روک دیا اور لوگ کہنے لگے کہ مشرکوں نے آپ کو روک دیا۔

جب اس رویاء سے آپ کا خواب مراد ہے جس میں آپ کے مکہ معظّمہ میں داخل ہونے کی آپ کو خبر دی گئی تھی تو حضرت معاویہ کی رائے مذکور بالکل منتشر ہو گئی۔ حاصل یہ ہے کہ حضرت معاویہ کی یہ رائے قابل استدلال نہیں ہے ۔ اذا حدث الاحتمال بطل الاستدلال ۔ دوسرے قول میں جو بیان کیا گیا ہے کہ مکہ سے بیت المقدس تک براق کے ذریعہ معراج ہوئی ہے اور بیت المقدس سے سدرۃ المنتہیٰ تک روحانی معراج ہوئی ہے اور اگر یہ بھی جسمانی معراج ہوتی تو اللہ جل شانہٗ اس کا بھی ذکر فرماتا اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک معراج شریف کا جو ذکر فرمایا ہے اس کی یہ وجہ ہے کہ کفار قریش نے بہ سبیل تجارت مکہ معظّمہ سے شام و بیت المقدس کا سفر کیا تھا اور کرتے تھے اس مسافت کے درمیان جو راستے اور گھاٹیاں اور مقامات تھے اس سے وہ خوب واقف تھے ان مقامات کے پوچھنے اور صحیح بیان کی تصدیق کا ان کو موقع حاصل تھا۔ اور اس سے ان کو آنحضرت ﷺ کی سچائی کی تصدیق ہوسکتی تھی۔

جب آنحضرت ﷺ نے اپنی اسراء سے قریش کو خبر دی تو ان کو سخت تعجب ہوا اور تعجب کے لہجہ میں دریافت کیا کہ کیا تم نے ایک رات میں بیت المقدس کی سیر کی اور پھر واپس بھی آ گئے۔ آپ نے فرمایا ہاں ۔ پھر بالاتفاق آپ سے راستہ اور مسجد اقصیٰ کے احوال دریافت کیا اور آنحضرت ﷺ نے ان کو برابر جواب دیا اور بعض اوقات جب آپ کو اشتباہ ہوتا تو اللہ جل شانہٗ کے حکم سے مسجد اقصیٰ کا تمثّل آپ کے سامنے ہو جاتا اور پھر آپ بیان فرماتے تا آنکہ قریش کو تحیر ہو گیا اور کہنے لگے کہ واللہ محمد نے جو کچھ بیان کیا ایسا ہی ہے ۔ چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہٗ کی حدیث سے یہی ثابت ہے۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہٗ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما کان لیلة اسری بی فاصبحت فی مکة قطعت و عرفت ان الناس مکذبی فقعت

معتذلا حزيناً فمرّبه عدوالله ابوجهل فجاء حتى جلس اليه فقال له كالمستهزى هل كان من شى قال نعم قال وما هو قال انى اسرى بالليلة قال الى اين قال الى بيت المقدس قال ثم اصبحت بين ظهر انينا آتينا قال نعم فلم يرد ان يكذبه مخافة ان يحجده الحديث ان دعاقومه اليه قال ارأيت ان دعوت قومه تحدثهم ما حدثنى فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم نعم قال هيا معشر بنى كعب بن لوى فانفضت اليه المجالس وجاؤا حتى جلسوا اليها قال حدث قومك بما حدثنى فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم انى اسرى بى الليلة قالوا الى اين قال الى بيت المقدس قالوا ايلياء قال نعم قالوا ثم اصبحت بعد ظهر انينا قال نعم قال فمن بين مصفق ومن بين واضع يده على راسه متعجبا قالوا و تستطيع ان تنعت المسجد وفى القوم من قد سافر اليه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فذهبت انعت حتى التبس على بعض النعت فجئ بالمسجد وانا انظر اليه حتى وضع دون دار عقيل اوعقال فنعته وانا أُنظر اليه فقال القوم اما النعت فوالله لقد اصاب ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جس رات سیر کرائی گئی میں صبح کے وقت مکہ میں بیٹھاہوا خیال کرتا تھا کہ اہل مکہ میرے اسراء کے واقعہ کو جھٹلائیں گے غرض میں ایک گوشہ میں غمگین بیٹھا ہوا تھا کہ مجھ پر دشمن خدا ابوجہل کا گزر ہوا۔ یہ میرے پاس آیا اور مسخروں کے لہجہ میں مجھ سے پوچھا کہ کیا کوئی نئی بات ہے میں نے کہا ہاں اس نے پوچھا کہ وہ کیا ہے میں نے کہا کہ رات کو بیت المقدس تک میں نے سیر کی تو کہنے لگا کہ پھر تم صبح میں ہمارے سامنے موجود ہوگئے۔ میں نے کہا کہ ہاں پھر اس نے مجھے کہا کہ اگر میں آپ کی قوم کو یہاں بلاؤں تو کیا آپ ان کے سامنے وہ باتیں کہیں گے جو مجھ سے کہی ہیں تو آپ نے فرمایا ہاں کہوں گا۔ پھر اس نے

ابی کعب ابن لوی کو آواز دی سب اس پر ٹوٹ پڑے اور بیٹھ گئے ابو جہل نے کہا کہ آپ اپنی قوم سے بیان کیجئے جو کچھ مجھ سے بیان کیا ہے ۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سب سے کہا کہ مجھے گزشتہ شب میں سیر کرائی گئی ہے انہوں نے پوچھا کہاں تک آپ نے کہا بیت المقدس تک تو کہا کیا ایلیا تک فرمایا ہاں ۔قوم نے کہا کیا پھر صبح میں آپ ہمارے روبرو پہنچ گئے ۔ فرمایا ہاں ۔ اس کے بعد ان میں سے بعض تالیاں بجانے لگے اور بعض نے تعجب سے اپنے سر کو ہاتھ لگایا پھر کہا کہ کیا تم بیت الاقصیٰ کی صفت بیان کرسکو گے اور قوم میں وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے بیت الاقصیٰ کا سفر کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ مسجد کے حالات بیان کرنے لگے تا آنکہ جب آپ کو اشتباہ ہوا تو آپ فرماتے ہیں کہ مسجد اقصیٰ میرے سامنے پیش کی گئی اور میں دیکھ رہا تھا کہ وہ عقیل یا عقال کے مکان کے پاس رکھی ہوئی ہے پھر میں اس کی صفت بیان کرتا اور اس کو دیکھتا جاتا تھا قوم نے یہ سب سن کر کہا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ جو کچھ آپ نے بیان کیا ہے وہ درست ہے۔

مسجد اقصیٰ قریش نے دیکھی تھی بعد تحقیق انھوں نے آپ کے بیان کی تصدیق کی اور سخت متحیر رہے اگر آنحضرت ﷺ آسمانوں کی سیر کی بھی ان کو اطلاع دیتے تو ان کو زاید تحیر نہ ہوتا کیونکہ انکو یہ خبر ملتی تھی کہ جبرئیل علیہ السلام آپ پر وحی لاتے اور آپ سے ملتے ہیں ۔ مگر اسکو معاذ اللہ لغو سمجھتے اور اس پر التفات نہ کرتے تھے کیونکہ ان کے پاس اسکی تحقیق کا کوئی ذریعہ نہ تھا اس لئے ان باتوں کی وہ ہنسی اڑاتے تھے ۔ اسی وجہ سے اللہ جل شانہٗ نے اس کی تصریح کی اور نہ آنحضرت ﷺ نے ان سے بیان کیا۔ ہاں اپنے اصحاب سے اس کا ذکر فرمادیا۔

(۱۱) **فصل** احادیث معراج کے اختلاف میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اختلاف ناقلان روایت سے پیدا ہوا ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ احادیث کی روایت بالمعنی ہوتی ہے ۔ اگر دو جملوں یا تین جملوں کی حدیث ہوتو اس کی روایت باللفظ بھی

ممکن ہے کیونکہ چھوٹی حدیث کا باللّفظ یاد کرلینا دشوار نہیں ہے ۔ مگر لمبی چوڑی حدیثیں باللّفظ یاد نہیں ہوسکتیں اسی واسطے ان کی روایت بالمعنی ہوتی ہے۔ اگر روایت بالمعنی جائز نہ ہوتی تو ناممکن تھا کہ ہم کو اس قدر بے شمار حدیثیں مل سکتیں ۔حافظ زین الدین نے فتح المغیث میں لکھا ہے : قال الحسن لولا المعنی ما حدثنا یعنی اگر بالمعنی روایت نہ ہوتی تو ہم حدیث کی روایت نہ کرسکتے ۔ وقال الثوری لو اردنا ان نحدثکم بالحدیث کما سمعناه ما حدثناکم بحرف واحد یعنی سفیان ثوری کہتے ہیں اگر ہم چاہیں کہ تم سے اس طرح سے حدیث بیان کریں جس طرح کہ ہم نے سنی ہے تو ایک حرف بھی بیان نہ کرسکتے اس سے صاف ظاہر ہے کہ روایت حدیث اکثر بالمعنی ہی ہوتی ہے۔ صاحب فتح المغیث نے اس سے بھی صاف ذکر کیا ہے ۔ وممن کان یروی بالمعنی من التابعین الحسن و الشعبی والنخعی بل قال ابن الصلاح انه الذی شهد به احوال الصحابة والسلف الاولین فکثیراً ماکانوا ینقلون معنی واجداً فی امر واحد بالفاظ مختلفة وما ذاک لان محولهم کان علی المعنی دون اللّفظ ۔یعنی تابعین میں سے حسن شعبی نخعی بالمعنی روایت کرتے تھے ابن الصلاح نے ذکر کیا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور سلف اوّلین کے احوال شہادت دیتے ہیں کہ وہ اکثر ایک مطلب کو مختلف الفاظ میں روایت کرتے تھے ۔ کیوں کہ ان کا اعتماد معنی پر ہوتا تھا الفاظ پر نہ تھا ۔ صاحب فتح المغیث نے یہ بھی ذکر کیا ہے وعن بعض التابعین قال لقیت اناسا من الصحابة فاجتمعوا فی المعنی واختلفوا فی اللّفظ یعنی بعض تابعین نے ذکر کیا ہے کہ میں نے اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی ہے ، جو معنے میں متفق اور الفاظ میں مختلف تھے ، حاصل یہ ہے کہ اکثر روایات بالمعنے ہی ہوئی ہے۔ اس صورت میں یہ ہوگا کہ آنحضرت ﷺ نے جو کچھ فرمایا ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کی بالمعنے روایت کی ہے اگر سامعین فقیہ اور جید الحفظ ہیں تو ان سے آنحضرت ﷺ کی

حدیث کی روایت ایسے الفاظ میں کرنا ممکن ہے جو آنحضرت ﷺ کے الفاظ کے مرادف یا ان سے قریب قریب ہوں گے۔ اور یہ بڑا دشوار کام ہے، اسی وجہ سے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم سے بہت ہی قلیل حدیثیں مروی ہیں، اور اسی طرح فقہاء صحابہ مثلاً عبادلہ ثلاثہ رضی اللہ عنہم اور معاذ بن جبل، زید بن ثابت و ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہٗ وغیرہم سے بھی زیادہ حدیثیں مروی نہیں ہیں تو یقین نہیں ہوسکتا کہ انہوں نے حدیث رسول اللہ ﷺ کی روایت ایسے الفاظ میں کی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کے مرادف یا ان سے قریب قریب ہوں، اس سے ظاہر ہے کہ الفاظ روایت میں بالضرور تبدیلی ہوجائے گی اور اسی طرح کی تبدیلیاں اخیر راوی کے الفاظ میں بھی رہیں گی۔ پس جسقدر روایت کا سلسلہ بڑھتا جائیگا یہ تبدیلیاں اسی قدر بڑھتی جائیں گی۔ اسی صورت میں یہ یقین نہیں ہوسکتا کہ ان اصلی معانی میں جو رسول اللہ ﷺ سے مروی ہیں۔تبدیل نہیں ہوئی ہے۔ اسی اندیشہ سے ائمہ حدیث نے راویان حدیث کے لئے شرائط معین کئے ہیں۔ جن میں سے بعض یہ ہیں کہ راوی عادل ہو ضابطہ ہو ثقہ ہو۔ سیّ الحفظ نہ ہو متہم بالکذب نہ ہو متعصب نہ ہو چنانچہ ہم نے بھی اپنے بعض رسالوں مثلاً شرح اصول الروایہ میں اس کو بیان کیا ہے۔ اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ حدیثوں میں جو ضعف و سقم ہوتا ہے اور معانی حدیث میں کمی و زیادتی ہوتی ہے وہ سب راویوں کی جہت سے ہے۔ اسی طرح معراج شریف کی حدیثوں میں بھی جو کچھ اختلاف ہے وہ بھی راویوں کی بدولت ہے۔

احادیث معراج میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف وقائع سے قطع نظر کرنے کے بعد ان حدیثوں میں جو امر مشترک اور جس پر سب راویوں کا اتفاق ہے وہ یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ کو مکہ معظّمہ سے سدرۃ المنتہیٰ تک معراج ہوئی ہے اور یہ امر قطعی ہے اب رہی یہ بات کہ آپ کو سیڑھی کے ذریعہ معراج ہوئی یا سونے میں معراج

ہوئی ہے، یا گھونسلے میں بیٹھ کر آپ نے آسمانوں کی سیر کی ہے یا براق کے ذریعہ آپ کو معراج ہوئی ہے اس میں اختلاف ہے چنانچہ ہم نے فصول سابقہ میں اس کی تفصیل کی ہے پہلی صورت یعنی سیڑھی کے ذریعہ آپ کو معراج ہونا صرف ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہے اصحاب صحاح نے اس روایت کا ذکر نہیں کیا ہاں غیر صحاح میں یہ روایت مروی ہے مگر چونکہ اس کی روایت صرف ایک ہی راوی سے ہوئی ہے اس کے غریب ہونے میں شبہ نہیں ہوسکتا دوسری روایت واقدی نے لکھی ہے جو ابی بکر بن عبداللہ بن ابی سبرہ سے روایت کی گئی ہے اور یہ رجال واقدی سے ہیں اور واقدی متہم بالوضع ہیں لہٰذا یہ روایت بالکل غیر معتبر ہے۔ پس سیڑھی کے ذریعہ آپ کو معراج ہونا غیر معتبر ہے، دوسری صورت یعنی سونے میں آپ کو معراج ہونا یہ بھی درست نہیں ہے کیوں کہ اس مضمون کی اکثر حدیثوں میں شریک سے روایت کی گئی ہے اور شریک ائمہ حدیث کے پاس معطون ہیں حالانکہ بیہقی اور ابن عساکر اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ کی روایت میں یہ تصریح ہے۔ اذا اتانی آت فایقظنی فاستیقظت پس جن روایتوں میں یہ ذکر کیا گیا کہ معراج آپ کو خواب میں ہوئی ہے۔ یا تو ان میں سہو راوی ہے یا اس نے مختصراً بیان کیا ہے اس لئے ہمارے پاس یہ روایتیں غیر معتبر ہیں اور شریک کی روایت نے تو ان کو اور بھی غیر معتبر کر دیا۔ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور معاویہ کو بھی ہم نے تنقید کی ہے اور ان کی راویوں کا سقم بیان کیا ہے غرض یہ روایتیں جمہور کے پاس قابل استدلال نہیں ہیں۔ تیسری صورت یعنی بذریعہ گھونسلے کے آپ کو معراج ہوئی ہے یہ بالکل لغو ہے کیونکہ اسمیں رکاکت ہے اور اس روایت کا راوی جو ابو عمران جونی ہے سب راویان احادیث معراج سے متفرد ہے لہٰذا یہ روایت مردود ہے، چوتھی صورت یہ کہ بذریعہ براق آپ کو معراج ہونا اکثر راویان احادیث معراج کی روایت سے ثابت ہے چنانچہ فصل ثبوت معراج جسمانی میں ہم نے انس و شداد بن اوس

و ابوسعید الخدری و ابن ابی لیلیٰ وعبداللہ بن مسعود و ام ہانی وعبداللہ بن عمر و ام سلمہ و ابن عباس وحضرت علی کرم اللہ وجہٗ و ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہم سے ان احادیث کا ذکر کیا ہے جن سے یہ ثابت ہے کہ آپ کو بذریعہ براق معراج ہوئی ہے ان اصحابِ کرام رضی اللہ عنہم میں وہ اصحاب بھی موجود ہیں جو صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں فقیہ اور مجتہد تھے مثلاً عبداللہ بن مسعود وعبداللہ بن عمر و ابن عباس وحضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم چونکہ براق کے ذریعہ آپ کی معراج ان فقہاء صحابہ اور دیگر اصحابِ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے اس لئے ہمارے پاس حق یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جثہ کے ساتھ جاگنے میں براق کے ذریعہ معراج ہوئی ہے اور یہی مذہب سلف صالحین کا ہے چنانچہ قاضی عیاض نے ذکر کیا ہے وذهب معظم السلف والمسلمين الى انه اسراء بالجسد فی اليقظة وهو الحق هذا قول ابن عباس و جابر و انس و حذيفه و عمر و ابی هريرة و مالک بن صعصعة و ابی حبة الانصاری و ابن مسعود رضی اللہ عنهم و ضحاک و سعيد بن جبير و قتادة و ابن المسيب و ابن شهاب و ابن زيد و الحسن و ابراهيم و مسروق و مجاهد و عكرمه و ابن جريح ۔ یعنی اگلے مسلمانوں اور سلف کا یہ مذہب ہے کہ آپ کو جاگنے میں جسمانی معراج ہوئی ہے ۔ اور یہی مذہب حق ہے اور یہی قول صحابہ میں سے ابن عباس و جابر و انس و حذیفہ وعمر بن الخطاب و ابی ہریرہ و مالک بن صعصعہ و ابی حبتہ الانصاری و ابن مسعود رضی اللہ عنہم کا ہے اور تابعین میں سے ضحاک وسعید بن جبیر وقتادہ و ابن المسیب و ابن شہاب و ابن زید وحسن بصری و ابراہیم ومسروق ومجاہد عکرمہ و ابن جریج رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے ۔ یہ سب تابعین فقہا اور صاحبان افتا ہیں غرض فقہا صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے کہ آپ کو جثہ سے اور جاگنے میں معراج ہوئی ہے اور یہی مذہب جمہور اہل سنت کا ہے ۔ ہم نے اس مسئلہ میں جو تقریر

مختصر کی ہے طالب حق کیلئے کافی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج جسمانی اور جاگنے میں ہونے کا اسکو یقین ہوجائے گا۔

ہم کو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس رسالہ میں ان عقلی اعتراضات کے جوابات بھی ذکر کریں جو اس مسئلہ کے مخالفین نے کیا ہے ہم نے یہ سب اعتراض و جواب اپنی تفسیر المسمیٰ بہ لوامع البیان میں تفصیلاً ذکر کئے ہیں ۔ اسی کی تلخیص اس مقام میں کئے دیتے ہیں وباللہ التوفیق وھو خیر رفیق۔

(۱۲) **فصل** بعض لوگوں نے کئی وجہ سے معراج جسمانی کا انکار کیا ہے پہلی وجہ یہ ہے کہ حرکت جسمانیہ جیسی کہ آپ کو معراج میں ہوئی ہے غیر معقول ہے ۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر اس طرح کی شدید اور سریع حرکت ہوگی تو جسم متحرک جل جائے گا کیونکہ حرکت قویہ سرعت سے جسم متحرک میں اشتعال پیدا ہوجائے گا۔ اس صورت میں معراج ثابت نہ ہوگی ۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ آسمانوں پر چڑھنا ممتنع ہے ۔ کیونکہ جو فلک میں جو ہوا ہے بہت ہی لطیف ہے بلکہ محض حرارت ہے جس میں سے گزرنے والے کی روح ایک ہی آن میں فنا ہوجاتی ہے ۔ پھر معراج کس طرح ہوگی ۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ فلک کا وجود ثابت نہیں ہے پھر ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک سیر کرنا کیونکر ثابت ہوگا ۔ پانچویں وجہ یہ ہے کہ اگر فلک کا وجود اس طرح تسلیم کیا جائے جس طرح کہ حکماء یونان نے ثابت کیا ہے تو بھی اس سے گزرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ انہوں نے بیان کیا ہے کہ فلک ایسا جسم ہے جس میں خرق و التیام نہیں ہے اور نہ وہ کون و فساد کو قبول کرتا ہے اس صورت میں معراج کیوں کر ہوگی ، کیوں کہ جب معراج ہوگی تو آپ کا جسم مبارک فلک سے گزرے گا اور جب گزرے گا تو فلک میں خرق و التیام ثابت ہوگا اور یہ بات حکماء کے پاس باطل ہے۔

پہلی وجہ کا جواب یہ ہے کہ امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے

کہ ایسی حرکت سریع جو رسول اللہ ﷺ کو شب معراج ہوئی تھی ممکن ہے اور اس کے امکان پر کئی وجہیں موجود ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ فلک الافلاک اول شب سے آخر شب تک نصف دور کے قریب حرکت کرتا ہے اور ہندسہ میں یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ قطر کی نسبت دور کی طرف ۳ ۱/۷ کی ہے تو نصف قطر کی نسبت نصف دور کی طرف اس کی نصف ہوگی، اس تقدیر پر کہ آنحضرت ﷺ نے مکہ سے فلک الافلاک کے اوپر تک سیر کی ہے تو یہ کہنا ہوگا کہ آپ نے نصف قطر کے قریب حرکت کی ہے جب کہ اتنے زمانے میں نصف دور کی حرکت ممکن ہے تو مقدار نصف قطر کے موافق کس طرح ناممکن ہوگی۔ غرض مکہ سے فلک الافلاک یعنی عرش کے اوپر تک سیر کرنا رات کے تیسرے حصہ میں ناممکن نہیں ہے جب اس قدر سیر کرنا ثلث رات میں ممکن ہے تو ساری رات میں کیونکر ناممکن ہوگا۔

دوسری وجہ کا جواب یہ ہے کہ ہر ایک حرکت سریعہ حرارت کو مشتعل نہیں کرتی۔ ہیئت دانان فرنگ نے کتب ہیئت میں ذکر کیا ہے کہ زمین ایک سکنڈ میں ۱۹ میل حرکت کرتی ہے اور باوجود اس حرکت سریعہ کے کرۂ زمین مشتعل نہیں ہوتا۔ ہاں بعض صورتوں میں جسم سریع الحرکتہ مشتعل بھی ہوجاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب جسم سریع الحرکتہ کرۂ ہوا میں داخل ہوتا ہے اور اس کے آس پاس ایسے اجزاء ہوتے جن میں اشتعال ممکن ہے مثلاً گندک وغیرہ یا ایسی ہوا سے مجاورت ہو جس میں آکسیجن ہو۔ جب اس متحرک سے اجزاء کبریتہ کی رگڑ ہو یا ایسی ہوا سے گزرے جس میں آکسیجن ہے تو یہ جسمِ متحرک مشتعل ہوجائے گا اور جب کبریتی اجزاء اور آکسیجن سے جسمِ متحرک گزر جائے گا تو اشتعال جاتا رہے گا۔ مثلاً شہاب جو کہ اوپر سے نیچان میں سریع اور تیز حرکت کرتا ہے جب یہ کرۂ ہوا میں داخل ہوتا ہے اور اس میں سے گزرتا ہے تو گرم ہوجاتا ہے اور جب ان اجزاء سے اس کی رگڑ ہوتی ہے جن میں اشتعال کا مادہ ہے تو مشتعل ہوجاتا ہے اور

جب ان اجزاء سے رگڑ نہیں ہوتی تو اس کی سرخی اور تیزی کم ہوجاتی ہے اور سفیدی بڑھ جاتی ہے اور ستارہ کے مثل نظر آنے لگتا ہے اور جب وہ کرۂ ہوا سے باہر نکل جاتا ہے تو پھر ان میں رگڑ نہیں رہتی اور بجھ کر ہماری نظروں سے چھپ جاتا ہے اور اپنے قدیمی راستہ پر چلا جاتا ہے۔ فرض کرو اَ سے بَ تک ایک پتھر کا مدار ہے اَ کے قریب وہ کرہ ہوا میں داخل ہوا اور ہوا سے رگڑ کھا کر گرم ہونے لگا۔ گرم ہوتے ہوتے نقطۂ جَ پر تو سرخ یا سفید ہوگیا اور ہم کو نظر آنے لگا دَ تک وہ ہم کو نظر آیا اس صورت میں وہ جَ سے دَ تک ایک خط نظر آئیگا اور جب دَ سے گزر کر بَ کے قریب ہونے لگا تو سرد ہوجائے گا اور ہماری نظروں سے چھپ جائے گا۔ اگر صرف حرکت سریعہ سے حرارت کا پیدا ہونا ممکن ہوتا تو کرۂ ہوا میں پہنچنے کے پہلے بھی یہ متحرک تھا تو ضرور تھا کہ یہ پہلے ہی سرخ نظر آتا اور اس کی روشنی قائم رہتی۔ مگر جب یہ صورت نہیں ہے تو یہ یقین کرنا چاہئے کہ کوئی جسمِ متحرک اس وقت تک مشتعل نہیں ہوسکتا جب تک کہ آس پاس کے اجزائے قابل الاشتعال سے اس کی رگڑ نہ ہو۔

تیسری وجہ کا یہ جواب ہے کہ ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ حرارت جویّہ میں جسم گزرنے سے جل جاتا ہے کیونکہ جس متحرک میں حرکت سریع ہو تو اس کی سرعت اس کو حرارت سے محفوظ رکھتی ہے چنانچہ جب ہم کسی شعلہ میں سے اپنی انگلی سرعت کے ساتھ گزار دیتے ہیں تو ہماری انگلی بالکل نہیں جلتی اسی طرح آنحضرت ﷺ کو براق نے ایسی شدید سرعت سے سیر کرایا کہ آپ پر حرارت جویّہ کا کوئی اثر نہ ہوا۔

چوتھی وجہ کا جواب یہ ہے کہ آسمان کا وجود اگلے حکماء کے پاس ثابت ہے صرف اہل یورپ نے وجود آسمان کی نفی کی ہے اور کہتے ہیں کہ آسمان کا وجود ہمارے پاس ثابت نہیں ہے مگر عقلا کا یہ اختلاف آسمان کی جانب وجود کا مرجح ہے کیونکہ کسی چیز کا مختلف فیہ ہونا اس چیز کے امکان کی دلیل ہے کیونکہ معدوم محض میں اختلاف نہیں

ہوسکتا غرض اس اختلاف کے باوجود بھی آسمان کا ثبوت ہو جاسکتا ہے، حکماء متقدمین وجود آسمان کے مثبت ہیں ہم اس جگہ ان کے مذہب کی توضیح کرتے ہیں۔

حکماء بیان کرتے ہیں کہ جہت کسی معنی سے بھی اعتبار کی جائے اس کے معنی حد و نہایت ہی ہیں۔ فوق و تحت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں ایسی جہتیں ہیں جو طبعاً جدا جدا ہیں اور انکے درمیان پوری دوری اور غایت اختلاف ہے، پس اس جہت کا حصول خلا میں ہوگا، یا ملاء متشابہ میں ہوگا۔ اگر ان دونوں میں اس کا حصول فرض کیا جائے تو ان میں فوق وتحت کا حصول ممکن نہیں ہے کیونکہ اولاً ان دونوں میں جہات غیر متناہیہ کا فرض ممکن ہے اس صورت میں وہ جہتیں ان میں حاصل نہیں ہوسکتیں جن میں غایت اختلاف ہے اور یہ جہت وفوق ہے۔ ثانیاً یہ کہ حدود مفروضہ اور جہات مفروضہ خلا و ملاء میں متشابہ ہوتی ہیں اور ہماری بحث دومختلف جہتوں میں ہے نہ کہ متشابہ جہتوں میں۔ ثالثاً یہ ہے کہ حدود مفروضہ اور جہات مفروضہ کسی فرض کرنے والے کے فرض اور کسی متوہم کے توہم سے پیدا ہوتے ہیں پس باعتبار فرض و توہم ان میں اختلاف ہوتا جائیگا اور رہماری بحث ان دو جہتوں میں ہے جس میں اختلاف کے فرض کی گنجائش نہیں ہے، پس ان دونوں جہتوں یعنی فوق وتحت کے حصول خلاء و ملاء میں نہیں ہوسکتا کیونکہ ان دونوں میں کوئی حد معین نہیں ہوسکتی اور اگر حد کا تعین ہوگا تو کسی محدّد سے ہوگا اور ایسا محدد ضرور ہے کہ وہ جسم ہو اگر وہ جسم نہ ہوگا تو اس کی نسبت ان حدود کی طرف جن کے حصول کا امکان ہے ایک ہی ہوگی اس صورت میں ان حدود ممکنہ میں سے بعض کا فوق اور بعض کو تحت کہنا ترجیح بلا مرجح ہوگا لہٰذا محدد کا جسم ہونا ضرور ہے پھر یہ بھی ضرور ہے کہ یہ جسم کروی ہو۔ کیونکہ اگر وہ کروی نہ ہوگا تو اس میں جہت تحتانی متعین نہ ہوگی کیونکہ اس میں کئی نقاط سفلیہ کا فرض ممکن ہے۔ غرض جسم محدد کا کروی ہونا ضرور ہے۔ پھر یہ جسم کروی بسیط ہوگا یا کئی اجسام سے مرکب ہوگا قسم دوم باطل ہے کیونکہ اس

صورت میں وہ جسم حقیقی کروی نہیں ہوسکتا بلکہ اس میں درز رہیں گے تو ضرور ہے کہ یہ جسم کروی بسیط ہو۔ پھر یہ جسم کروی محیط ہوگا یا نہ ہوگا دوسری قسم باطل ہے کیونکہ اگر محیط نہ ہوگا تو اس سے ایک ہی جہت کا تحدد ہوگا اور دوسری جہت کا تحدد نہ ہوگا۔ جو پہلی اور دوسری کے درمیان غایۃ البعد ہو۔ پس اس صورت میں جسم کروی کا محیط ہونا ضرور ہے۔ اور جب محدد کروی اور محیط ہوگا تو اس میں جہت فوق وتحت متعین ہوگی اور اسی جسم کروی محیط کو جس فوق وتحت کی جہتوں کی تحدید ہوتی ہے فلک الافلاک کہتے ہیں، حکماء یونان نے فلک الافلاک کے اثبات میں جو یہ تقریر کی ہے شفاء شیخ الرئیس و اشارات شیخ الرئیس میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے ہم نے اس کو نہایت اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے اور دلائل میں بھی اختصار کیا ہے اگر اس کی توضیح کی ضرورت ہو تو شمس بازغہ اور شرح اشارات امام رازیؒ و محقق طوسی کا مطالعہ کیا جائے۔ غرض منکرین فلک کی تردید میں یہ دلیل کافی ہے۔

پانچویں وجہ کا جواب یہ ہے کہ اصول حکماء یونان پر نظر کرتے یہ کہنا درست ہے کہ فلک میں خرق و التیام ممکن ہے کیونکہ ان حکماء نے یہ ثابت کیا ہے کہ ہر جسم عام ازیں کہ وہ فلکی ہو یا عنصری ہیولےٰ وصورت سے مرکب ہے اور ان کے پاس یہ بھی ثابت ہے کہ ہیولےٰ انفصال کا قابل ہے اس کی توضیح یہ ہے کہ بعض اجسام جو قابل انفصال ہیں ان کا متصل واحد ہونا ضرور ہے ورنہ اجزاء لایتجزیٰ جس سے اجزائے ذی مقراطیسی مراد ہیں تسلیم کرنا پڑے گا۔ اور اس سے جزء لایتجزیٰ کا تسلیم کرنا لازم آئے گا، اور جزء لایتجزیٰ ان حکماء کے پاس باطل ہے جنھوں نے جسم کا ہیولےٰ و صورت سے مرکب ہونا تسلیم کیا ہے اس لئے ان کے پاس جسم کا متصل واحد ہونا ضرور ہے۔ پھر وہ چیز جو کہ جسم متصل میں انفصال کی قابل ہے یا وہ مقدار ہوگی یا وہ صورت ہوگی جو لازم مقدار ہے یہ دونوں احتمال باطل ہیں۔ کیونکہ اس صورت میں اتصال و

انفصال کا اجتماع ایک حالت میں لازم آتا ہے اور قابل تو وہی ہے جو مقبول یعنی انفصال کے ساتھ پایا جائے ورنہ قابل قابل نہیں اور مقبول مقبول نہیں تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ جو چیز انفصال کے قابل ہے وہ نہ مقدار ہے اور نہ وہ صورت ہے جو لازم مقدار ہے تو ضرور ہے کہ یہ انفصال کسی دوسری چیز میں ہوتا ہوگا لیکن جسم کے دو ہی جزو ہیں ایک ہیولیٰ اور دوسرا جز وصورت تو جب مقدار وصورت اس کے قابل نہیں ہیں تو بالضرور ہیولیٰ اس کا قابل ہوگا جب ہیولیٰ قابلِ انفصال ہے تو صورت جو ہیولیٰ میں حال ہے یہ بھی قابل انفصال ہوگی کیونکہ محل کا انفصال حال کے انفصال کا مستلزم ہے اس سے ثابت ہے کہ ہر جسم عام ازینکہ وفلکی ہو یا عنصری قابل انفصال ہے تو فلک بھی انفصال کا قابل ہوگا اور جو چیز انفصال کی قابل ہے اس کا خرق و التیام ممکن ہے تو فلک کا بھی خرق و التیام ممکن ہے۔ امام رازی قدس سرہٗ نے بیان کیا ہے کہ حکماء کا یہ کہنا کہ آسمان کون و فساد کو قبول نہیں کرتا قابل بحث ہے کیوں کہ جب جسم متصل قابل انفصال ہے تو قابل کون و فساد بھی ہوگا، اسلئے کہ انفصال کے قبول سے جو دو جسمیں پیدا ہوجائیں گی یہی کون و فساد ہے غرض انفصال کون و فساد کا متضمن ہے۔ ہماری یہ رائے ہے کہ اہل اسلام کی فلک کی نسبت وہ رائے نہیں ہے جو فلاسفہ نے ظاہر کی ہے بلکہ ہمارا یہ بیان ہے کہ آیت خلق السموات والارض سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ افلاک اشیاء موجود ہیں کیونکہ خلق سے کسی امر کا عدم سے وجود میں لانا مراد ہے اور اگر افلاک معدوم ہوتے اور ان کو وجود خارجی نہ ہوتا تو اللہ جل شانہٗ ان پر خلق کا اطلاق نہ فرماتا اور جب ان پر خلق کا اطلاق فرمایا ہے تو اس کے یہی معنی ہیں کہ ان کو عدم سے وجود میں لایا ہے تو آسمان بھی ان چیزوں میں داخل ہیں جن کو خارج میں وجود میں لایا ہے تو آسمان بھی ان چیزوں میں داخل ہے جن کو خارج میں وجود ہے مگر یہ صاف صاف نہیں فرمایا کہ افلاک متجرد عن المادہ ہیں یا مادی ہیں ہاں قرآن مجید کی بعض آیتوں سے اشارۃً یہ ثابت ہوتا

ہے کہ افلاک مجسم ہیں اور ان کا جسم لطیف و شفاف مثل پانی کے ہے چنانچہ ارشاد فرماتا ہے کل فی فلک یسبحون یعنی سب ستارے فلک میں تیرتے پھرتے ہیں ۔ اللہ جل شانہٗ نے ستاروں کی رفتار کو جو آسمان میں ہوتی ہے ایسی چیزوں سے تشبیہ دی ہے جو پانی میں تیرتی ہیں، یعنی جس طرح کہ انسان یا کوئی چیز بغیر مزاحمت پانی میں تیرتے ہیں اسی طرح ستارے بھی آسمان میں بغیر مزاحمت کرتے ہیں اس سے ظاہر ہے کہ آسمان کا جسم سیّال ہے اور اس کا سیلان مثل ہوا، اور پانی کے ہے اس میں جو چیز ہے اس طرح حرکت کرسکتی اور کرتی ہے جیسا کہ ہوا میں پرندے اور پانی میں مچھلیاں حرکت کرتی ہیں، جب جسم آسمان مثل ہوا اور پانی کے سیال ہے تو اس میں حرکت کرنا اور اس سے گزرنا دشوار نہیں ہے غرض قرآن مجید سے افلاک کی جسمیت ثابت ہے مگر اس جسمیت کا احساس اس وجہ سے نہیں ہوسکتا کہ افلاک بے حد دوری پر ہیں ۔ جو آلات اجسام سیالہ کو دریافت کرنے کے لئے موجود ہیں ۔ اس بے شمار دوری کی وجہ سے ان کا استعمال نہیں ہوسکتا ۔ اسی وجہ سے اہل یورپ نے فلک کی نفی کی ہے ۔ شاید ان کے خیال میں وہی چیز موجود ہے جو محسوس ہے اور جو چیز محسوس نہیں ہے وہ موجود بھی نہیں ہے۔ ہمارے پاس یہ اصول صحیح نہیں ہے کیونکہ بعض چیزیں کبھی محسوس نہیں ہوتیں مگر وہ موجود ہیں، مثلاً انسان و حیوان کے قوائے ادراکیہ اور نیز عقل و نفس وغیرہ یہ ایسی چیزیں ہیں کہ باوجود موجود ہونے کہ ان کا احساس محال ہے۔

اہل یورپ کے اصول کے نظر کرتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا ۔ وہ آسمان کے نافی ہیں اور ان حکماء کا جواب ہو چکا جو کہ آسمان کے قائل ہیں اور اس کے خرق و التیام کے قائل نہیں ہیں۔

غرض دلائل نقلیہ و عقلیہ سے یہ امر ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کو مکہ معظمہ سے بیت الاقصیٰ تک اور پھر بیت الاقصیٰ سے ساتوں آسمانوں کے اوپر تک شب معراج

میں سیر جسمانی ہوئی چنانچہ جمہور اسلام اور اہل سنت کا یہی مذہب ہے ، علماء اہل سنت نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی معراج جسمانی مکہ معظمہ سے بیت الاقصیٰ تک امر قطعی ہے کیونکہ قرآن مجید اس پر صراحۃً دلالت کرتا ہے اس لئے اس کا انکار کفر ہوگا اور بیت الاقصیٰ سے فوق سموات تک جو آپ کو معراج جسمانی ہوئی ہے اس کا ثبوت احادیث صحیحہ مشہورہ ہے اور بعض آیات سورہ نجم بھی اس پر اشارۃً دلالت کرتی ہیں۔ اس لئے اس کا انکار فسق ہوگا۔

جب ان مسائل سے ہم کو فراغت ہوگئی ہے تو ہمارا ارادہ ہے کہ اس مسئلہ میں بھی اجمالاً بحث کریں کہ آنحضرت ﷺ نے شبِ معراج میں کرامت رویت باری تعالیٰ بھی حاصل کی ہے یا نہیں ہم اس کا ذکر فصل آئندہ میں کرتے ہیں وباللہ التوفیق۔

(۱۳) **فصل** اگلے اور پچھلے لوگوں کو اس امر میں اختلاف ہے کہ آنحضرت ﷺ نے شب معراج میں اللہ جل شانہٗ کو دیکھا۔عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس کا انکار کیا ہے اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہٗ کی بھی یہی رائے ہے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انه راٰه بعينه یعنی آنحضرت ﷺ اپنے پروردگار کو اپنے آنکھ سے دیکھا، ابو ذر رضی اللہ عنہٗ اور کعب رضی اللہ عنہٗ اور حسن بصری سے بھی یہی روایت کی گئی ہے اور یہی مذہب انس رضی اللہ عنہٗ وعکرمہ اور کعب الاحبار کا ہے بلکہ ان دونوں سے یہ روایت بھی مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے سر کی آنکھوں سے اللہ جل شانہٗ کو دیکھا صاحب تفسیر خازن نے ذکر کیا ہے قال الشيخ محی الدين و الحاصل ان الراجح عند اكثر العلماء ان رسول الله عليه وسلم راى ربه عز وجل بعينى راسه ليلة الاسراء الخ یعنی شیخ محی الدین نے ذکر کیا ہے کہ اکثر علماء کے پاس اسی قول کو ترجیح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے شب معراج میں سر کی آنکھوں سے خدا کو دیکھا اور یہ بھی ذکر کیا ہے واثبات هذا لا ياخذونه الا بالسماع من رسول الله صلى الله عليه وسلم هذا حمالا ينبغى ان يشك فيه یعنی اصحاب رضی اللہ عنہم نے

رسول اللہ ﷺ سے سنکر روایت باری تعالیٰ ثابت کی ہے پھر تو یہ بات شک کرنے کے لائق نہ رہی اب رہا یہ امر کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو آنحضرت ﷺ کے مشرف بالرویۃ ہونے کا انکار ہے تو ان کا یہ انکار اجتہادی و قیاسی ہے، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس مسئلہ میں یہ روایت نہیں کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے کہ میں نے خدا کو نہیں دیکھا۔ اس مضمون کی روایت نہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے نہ کسی اور صحابی سے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عدم رویت باری تعالیٰ پر بعض آیتوں سے استدلال کیا ہے پہلی یہ آیت ہے لا تدرکہ الابصار یعنی آنکھیں اللہ تعالیٰ کو دیکھ نہیں سکتیں اس کا جواب یہ ہے کہ ادراک کے معنی احاطہ کے ہیں۔ صاحب لسان العرب نے لکھا ہے وانشد للاخطل وادرک علمی فی سواء ۃ انھا یقیم علی الاوتار والمشرب الکدر. ای احاطہ علمی بھا انھا کذالک غرض لاتدرکہ بمعنی لاتحیط ہے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ آنکھیں اس کی ذات کا احاطہ نہیں کرسکتیں اس سے رویت کی نفی نہیں ہوسکتی کیونکہ ممکن ہے کہ رویت بلا احاطہ ہوئی ہو پس اس آیت سے اس بات پر دلالت ہوسکتی ہے کہ رویت باری تعالیٰ بغیر احاطہ ممکن ہے۔ دوسری آیت یہ ہے وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب حاصل استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بشر سے بغیر وحی اور بغیر حجاب بات نہیں کرتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ رویت ہو اور کلام نہ ہو۔ کیونکہ کلام باری تعالیٰ حجاب سے مقید ہے۔ اس سے رویت کی نفی پر استدلال نہیں ہوسکتا۔ اور ممکن ہے کہ یہ حکم عام مخصوص منہ البعض ہو اور وہ حدیثیں جو رویت باری عزّ اسمہ پر دلالت کرتی ہیں اس آیت کی مخصص ہوں۔ اس صورت میں رویت باری عزّ اسمہ کے نہ ہونے پر اس آیت سے استدلال بے کار ہے غرض بعض اصحاب رسول اللہ ﷺ کے روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو شب معراج میں رویت باری تعالیٰ ہوئی۔ شارح تجرید علامہ قوشجی نے شرح تجرید میں ذکر کیا ہے کہ اکیس صحابہ کبار رضی اللہ عنہم سے روایت کی گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے شب معراج میں اللہ جل شانہ کو دیکھا۔ ان ہی

روایات پر نظر کرتے ائمہ اہل سنت کا یہ مذہب ہے کہ رویت باری تعالیٰ دنیا و آخرت میں عقلاً جائز ہے چنانچہ علامہ سید شریف جرجانی نے شرح مواقف میں ذکر کیا ہے قال الآمدی اجتمعت الا ئمة من اصحابنا علی ان رویته تعالیٰ فی الدنیا والاخریٰ جائزة عقلا و اختلفوا فی جوازها سمعا فی الدنیا فاثبته بعضهم ونفاه آخرون وهل یجوزان یریٰ فی المنام فقیل لا وقیل نعم. والحق انه لا مانع من هذه الرؤیا وان لم تکن رویة حقیقة ولا خلاف بیننا فی انه تعالیٰ یریٰ ذاته ۔ علامہ آمدی کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب سے سب ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ جل شانہٗ کی رویت دنیا و آخرت میں عقلاً جائز ہے اور اس بات میں مختلف ہیں کہ دار دنیامیں سمعا بھی رویت باری تعالیٰ جائز ہے اس رویت کو بعض علماء نے ثابت کیا ہے اور بعض نے نفی کی ہے اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ خواب میں بھی رویت باری تعالیٰ درست ہے یا نہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ درست ہے اور بعض نے کہا ہے نہیں۔ اور حق یہ ہے کہ اس طرح کی رویت ممنوع نہیں ہے اور ہمارے ائمہ کے درمیان اس امر میں خلاف نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات جائز الرویۃ ہے۔ اس مسئلہ میں زیادہ تر اختلاف فرقہ معتزلہ کو ہے ان کا بیان ہے کہ رویت باری تعالیٰ مطلقاً درست نہیں ہے اس دعوے پر انہوں نے عقلی و نقلی دلیل پیش کی ہے۔

استدلال عقلی یہ ہے کہ ہر چیز کی رویت کے لئے چند شرطیں ہیں جب تک وہ شرائط موجود نہ ہوں رویت نہیں ہوسکتی ۔ رویت کی یہ شرطیں ہیں ، پہلی یہ ہے کہ حس بصری سالم ہو۔ دوسری یہ کہ مرئی جائز الرؤیۃ ہو تیسری یہ کہ رائی و مرئی ایک دوسرے کے سامنے ہوں۔ چوتھی یہ کہ مرئی زیادہ چھوٹی نہ ہو۔ پانچویں یہ کہ مرئی زیادہ لطیف نہ ہو ۔ چھٹی یہ کہ مرئی زیادہ نزدیک نہ ہو۔ ساتویں یہ کہ مرئی بہت دور نہ ہو ۔ آٹھویں یہ کہ رائی و مرئی کے درمیان کوئی چیز مانع نہ ہو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سب چیزیں اشیاء مادیہ وحاضرہ کی رویت میں شرط ہیں ۔ شئے غائب کی رویت میں ان چیزوں کو شرط گردانا درست نہیں ہے کیونکہ غائب پر

قیاس شاہد مسلم نہیں ہاں یہ قیاس اس صورت میں ممکن ہے جب کہ مقیس و مقیس علیہ میں مماثلت ہو اور چونکہ حقیقت ممکن و واجب میں مماثلت نہیں ہے اس لئے ممکن کی حالت پر واجب کو قیاس کرنا صحیح نہ ہوگا۔ ملائکہ کے حق میں ان شرطوں کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ اپنے آپ کو اور دوسرے کو دیکھتے ہیں چنانچہ احادیث صحیحہ سے یہ امر ثابت ہے اور نیز اللہ تعالیٰ بصیر ہے یعنی وہ اپنے آپ کو اور بندوں کو دیکھتا ہے، غرض مادیات میں شرائط مذکورہ مسلم ہیں، غیر مادیات میں قابل بحث ہیں اور جائز ہے کہ رویت کے معنی انکشاف تام ہو پس کسی فرد انسانی کے حق میں ممکن ہے کہ اس پر ذات و صفات باری تعالیٰ کا انکشاف تام ہوجائے۔ اس صورت میں کسی شرط کی حاجت نہیں ہے۔

دلیل نقلی یہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے موسیٰ علیہ السلام کے سوال رویت کے جواب میں لن ترانی ارشاد فرمایا اور کلمہ لن تاکید و تابید نفی مستقبل کے لئے ہے۔ اس لئے رویت باری تعالیٰ ناممکن ہے۔ علماء کلام نے اس کے جوابات دئے ہیں مگر ہمارے پاس اس سوال کا بہت ہی صاف جواب ہے اور وہ یہ ہے کہ ائمہ نحات کے پاس کلمہ لن تاکید نفی مستقبل کے لئے ہے نہ تابید نفی مستقبل کے لئے بلکہ نفی مستقبل کے لئے ہے، لیکن علامہ جار اللہ زمخشری نے کشاف و انموذج میں بیان کیا ہے کہ کلمہ لن تاکید و تابید نفی مستقبل کے لئے مستعمل ہے، علامہ کا یہ دعویٰ بلا دلیل ہے چنانچہ علامہ جمال الدین ابن ہشام نے مغنی اللبیب میں ذکر کیا ہے **بانها لا تفید تابیدا لنفی ولا توکیده خلافا للزمخشری فی الکشاف و انموذجه وکلاهما دعوی بلا دلیل** اور نیز بیان کیا ہے اگر لن تاکید و تابید نفی مستقبل پر دلالت کرتا تو لن کے بعد ایسے الفاظ کا استعمال نہ کیا جاتا جو زمانہ حال پر دلالت کرتے ہیں۔ مثلاً لفظ الیوم اور نیز اس کلمہ کے بعد ایسے الفاظ نہ لائے جاتے جو دوام و ابدیت پر دلالت کرتے ہیں۔ مغنی کی عبارت یہ ہے: **ولو کانت للتابید لم یقید منفیتها بالیوم فی فلن اکلم الیوم انسیا ولکان**

ذکر لابد فی فلن یتمنونه ابدا تکرارا والاصل عدمه .

امام نحویین سیبویہ نے بھی اپنی کتاب میں یہی تصریح کی ہے کہ لن فقط نفی مستقبل کے لئے ہے۔ اسی وجہ سے علامہ ابن حاجب اور ابن مالک نے اپنی اپنی کتابوں میں یہی لکھا ہے کہ کلمہ لن نفی مستقبل کے لئے ہے غرض کلمہ لن سے یہ استدلال کرنا کہ اس سے رویت باری تعالیٰ کی نفی ابدی ہے صحیح نہیں ہے بلکہ یہ کہنا درست ہے کہ یہی آیت کریمہ رویت باری تعالیٰ پر حجت ہے اور اس کا بیان یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ امکان رویت باری عز اسمہ پر دلالت کرتی ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جواب میں یہ کہا گیا کہ لن ترانی یعنی اے موسیٰ تم مجھے نہ دیکھو گے تو نفی رویت موسیٰ علیہ السلام کے حق میں مخصوص ہوگی اور عام نہ ہوگی۔ یہ آیت فقط اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رائی یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری عز اسمہ کونہیں دیکھا او راس امر پر دلالت نہیں کرتی کہ مرئی یعنی باری تعالیٰ میں نظر آنے کی قابلیت نہیں ہے اور اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ لن اری فرماتا، یعنی میں نظر نہ آؤں گا۔ اور جب نفی رویت حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کسی آئندہ زمانہ سے مخصوص ہوگئی تو دوسروں کے حق میں امکان رویت باقی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ دار دنیا میں رویت باری عز اسمہ ممکن ہے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا تو ایک امر ممکن کا وقوع ہوا، اسی لئے جمہور اہل سنت کا یہ مذہب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں سے اللہ جل شانہ کو دیکھا۔

اللہ جل شانہ کا شکر ہے کہ یہ رسالہ مجھ سے پورا کروایا اور دعا کرتا ہوں کہ یہ رسالہ میرے لئے ذخیرۂ آخرت ہو۔ آمین یا رب العالمین۔

تمت

اللہ نے دیا ہے
برائے ایصال ثواب سیدہ ... بانو یداللہی مرحومہ
جگر گوشہ سید یداللہ شجیع یداللہی

# یادِ شمسی رح

حضرت خان علامہ محمد سعادۃ اللہ خان صاحب ہوش مندوزئی

بحرالعلوم عارفِ سرِ کتابِ علم
علامہ اشرف العلماء آفتابِ علم

دیکھی ہوئی تھی نقشہ معارف کا جس کی آنکھ
گزرا ہوا تھا جس کی نظر سے نصابِ علم

تعلیم جس کی وہ کہ جھڑی اِک لگی ہوئی
فیضان جس کا وہ کہ برستا سحابِ علم

دروازے میکدے کے تھے جسکے کھلے ہوئے
بٹتی تھی جس کے در سے ہمیشہ شرابِ علم

کس کی زمین دل پہ شعاعیں نہیں پڑیں
پرتو فگن کہاں نرہا آفتابِ علم

چھو ہی لیا تیرے ید طولیٰ نے آفریں
گو آسمان سے بھی تھی اونچی جنابِ علم

ہمت نے تیری دوشِ اشاعت پہ رکھدیا
رکھی ہوئی تھی طاق پہ کب سے کتابِ علم

تحقیق تیری صدر نشینِ کمال و فضل
تیرا بیان مصرعِ موزونِ بابِ علم

کھیتوں کو لہلہادیا دریا بہادئے
کیا ہی امنڈ امنڈ کے برسا سحابِ علم

لاکھوں میں ایک اور ہزاروں میں انتخاب
تجھ پر تھی اس لئے نظر انتخابِ علم

تفسیر تیری شاہد رعنائے معرفت
تاویل تیری محملِ سلمائے دابِ علم

جس کا ہر ایک لفظ ہے یاقوتِ آب دار
نقطہ ہر ایک لفظ کا دُرِ خوشابِ علم

جس کا ہر اک ورق ہے نہالِ رموزِ دیں
جس کی ہر ایک سطر ہے شاخِ گلابِ علم

بہتا رہے گا چشمۂ فیضانِ علم و فن
جاری رہیں گے یوں تو دروسِ کتابِ علم

لیکن وہ تیری بات کہاں جامع الکمال
گو ہستیاں بہت ہیں فضائل مآبِ علم

مرقد پہ تیری رحمتِ باری کا ہو نزول
جب تک کہ طالبین کریں اکتسابِ علم

رویا کریگا ہوش ترے افتراق میں
جب تک رہے گی سامنے اس کے کتابِ علم

# آہ مولانا شمسی!

نواب محمد بہادر خاں صاحب خلقؔ جاگیردار
المخاطب نواب بہادر یار جنگ بہادر

ہم کس کو تیرے بعد کہیں آفتابِ علم — اے فخرِ قوم شمسیؔ عالی جنابِ علم
سینہ میں تیرے سرِّ معارف تھے بے شمار — گنتی کہاں کی اور کہاں کا حسابِ علم
ساقی کا اپنے سب پہ برابر رہا کرم — بٹتی رہی ہے سب میں برابر شرابِ علم
دنیائے علم میں ہے قیامت کا اضطراب — مشرق میں ہو رہا ہے غروب آفتابِ علم
کیوں زیر و بم سے خالی فضائے کمال ہے — کیا تیرے ہاتھ کے لئے تھا ربابِ علم
تجھ میں علومِ ظاہر و باطن ہوئے تھے جمع — لاریب تیری ذات تھی لب لبابِ علم
ہے ہوش ہم میں ماہ صفت جلوہ گر مگر — تجھ کو کہاں سے پائیں ہم اے آفتابِ علم

اب خلقؔ کس کے سامنے پھیلائے جا کے ہاتھ
ہے تین پشت سے وہ ترا فیضیابِ علم

# علامۂ زماں شمسی

## قطعات تاریخی

حضرت سید علی منظور صاحب

الآن سار مفسر الآیات — الیوم غاب منور الظلمات
ارخت عام وفات شمس القوم — یا صاح مات محقق الحسنات
۳۹ ۱۳

نیست جز مرگِ حضرتِ شمسی — راز اندوہ شیخ و شابِ ہند
گفت منظور سالِ رحلتِ او — از جہاں رفت آفتابِ ہند
۳۹ ۱۳

اثر پذیر نہیں اس سے آسماں والے — مفر ہمارے لئے ہے یہ گردش دوراں
خدا گواہ ہے دعویٰ یہ بے دلیل نہیں — جناب! ہے مرے دعوی میں خود دلیل نہاں
زمیں پہ حضرتِ شمس العلوم کی ہستی — مثالِ شمسِ فلک کیا نہ تھی ضیاء افشاں
فلک پہ شمسِ فلک آج بھی درخشاں ہے — زمیں پہ کون ہے شمسی کی طرح اب تاباں
سپردِ خاک ہوں شمسی یہ کیا قیامت ہے — اس انقلاب پہ حیراں نہ کیوں ہوں اہلِ جہاں

سنِ وفات کہا ان کا میں نے حیرت سے
نہاں زمیں کا ہو شمس آسماں کا شمس عیاں!!
۳۹ ۱۳

اللہ نے دیا ہے
برائے ایصالِ ثواب
سیدہ اسماء بانو یداللّٰہی
جگر گوشہ سید یداللہ شجیع یداللّٰہی بانی صدر علامہ شمسی ریسرچ اکیڈیمی
مشیر آباد، حیدرآباد

# حضرت علامہ سید اشرف شمسیؒ

حضرت علامہ بحر العلوم اشرف العلماء ابوشریف سید اشرف شمسیؒ ایک ذی علم و متوکل گھرانہ میں ۵ صفر ۱۲۸۱ھ م ۱۸۶۴ء کو پیدا ہوئے۔ والد محترم کا اسم گرامی حضرت سید علی اور جد اعلیٰ کا نام حضرت سید اشرف عرف عالم اچھا میاں تھا جو بندگی میاں سید یداللہ قدس سرہ کی اولاد سے تھے۔ ۹ سال کی عمر میں شفقت پدری سے محروم ہوگئے۔ آپ برادر بزرگوار حضرت سید محمودؒ کے زیر سایہ پرورش پاتے رہے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد مختلف نامور علماء کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان میں حضرت علامہ سید نصرتؒ، مولوی میر صادق علیؒ، مولوی حافظ سید داؤدؒ، جامع العلوم خاں علامہ مولوی عباس علی خاں بجاپلی، سید اللہ بخشؒ اور علامہ عبدالصمد خاںؒ قندھاری وغیرہ شامل ہیں۔ آپ نے صرف ونحو، ادب، بلاغت، عروض، منطق، [illegible] مناظرہ، کلام، فلسفہ، حدیث، اصول حدیث، فقہ، فرائض، اصول فقہ، تفسیر، طب، ریاضی، نجوم، اقلیدس وغیرہ وغیرہ پر عبور حاصل کیا۔ مولانا قاری محمد ابراہیمؒ سے قرأت سبعہ کی تحصیل کی اور اپنے برادر بزرگوار سے علم تصوف و سلوک کی تعلیم پائی۔ ۲۶ رشوال ۱۳۰۴ھ کو مولانا عباس علی خاں صاحب نے مکہ مسجد میں اپنے شاگردوں کی دستار بندی کا جلسہ منعقد کیا جس میں شہر کے مشہور علماء شریک تھے۔ حضرت شمسیؒ بھی دستار بندی سے ممتاز ہوئے اور اپنے ساتھیوں میں یہ خصوصیت پائی کہ سند میں آپ کو ''بحر العلوم'' کے خطاب سے مخاطب کیا گیا اور خان علامہ نے سر مجلس اپنی قبا عنایت فرمائی۔ علامہ عبدالصمد خاں صاحب قندھاری نے اپنی سند دیتے وقت اپنے ولایتی لہجہ میں فرمایا کہ ''تیری بڑی سند یہی ہے کہ تو مذکورہ علوم کو اچھی طرح پڑھا سکتا ہے''۔ علامہ شمسیؒ قدرتی طور پر بلند پایہ شاعر پیدا ہوئے تھے۔ ایک ہی نشست میں عربی اور فارسی کے سینکڑوں اشعار لکھ دینا ایک معمولی بات تھی۔ مشاغل علمیہ کا یہ حال کہ ہر وقت پڑھنے پڑھانے میں مصروف رہتے تھے مدرسہ دار العلوم اور اس کے بعد جامعہ عثمانیہ سے وابستہ رہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ صرف اشاعت علم ہی آپ کا مقصد حیات تھا۔ قائد ملت نواب بہادر یار جنگ علیہ الرحمتہ کے الفاظ میں مولانا کا دولت کدہ طالبان علم کا کعبہ تھا۔ علم و فضل کا یہ آفتاب ۲۶ رمحرم ۱۳۴۹ھ م ۱۹۳۰ء روز سہ شنبہ غروب ہوگیا۔ لیکن تلامذہ و تصانیف کے ذریعہ اس کی ضیاء پاشیاں آج بھی جاری ہیں۔ مولانا کی کئی تصانیف ہیں جن میں سے بعض زیور طباعت سے آراستہ ہو چکی ہیں اور اکثر طباعت کی منتظر ہیں۔ عربی میں شرح معدن الادب، تحریر العقائد، المنطق، الاجماع، شرح اصول الروایہ، شرح فقہ اکبر، حاشیہ عقائد جلالی، تفسیر لوامع البیان اور اسکا مقدمہ قابل ذکر ہیں۔ بلند پایہ تفسیر لوامع البیان دیکھ کر شیخ الجامعۃ الازہر نے کہا تھا کہ یہ کسی عجمی کا کلام معلوم نہیں ہوتا۔ فارسی میں شرح میزان العقائد، شرح عقیدۂ شریفہ، آئینہ سوز و ساز شمسی، مجموعہ نغم طراز شمسی، قصائد شمسی، اور فرہنگ سفرنامہ شاہ ایران وغیرہ۔ اُردو میں رسالہ، دعا، العقائد چار حصہ شرح مکتوب ملتانی، رسالہ ایصال ثواب، القول المختصر، ترجمہ القول المحمود، شرح توضیح الکلام، الحیات بعد الممات، رسالۂ عروض، سوانح فارابی، السماع، رسالۂ ضرورت مہدی، ضرورت تفسیر، رسالہ تہذیب اخلاق، تلخیص اشارات، رسالتہ المعراج، اصلاح الظنون فی جواب ابن خلدون اور تلخیص النحو وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ رسالتہ المعراج میں نہ صرف معقولات و منقولات بلکہ سائنسی دلائل کے ساتھ جسمانی معراج کے ثبوت میں بحث کی گئی ہے۔ اس منفرد رسالہ کے مطالعہ کے بعد کسی اور رسالہ کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی۔ اصلاح الظنون میں ابن خلدون کی انکار ضرورت مہدی کی مباحث کا مدلل جواب دیا گیا ہے۔ تلخیص النحو عربی نحو کی تمام کتب متداولہ کا نچوڑ ہے۔